انسانی روح کے سات سفر اور مقاصدِ سفر

(قرآن، حدیث اور مکتوباتِ امام ربانی مجدد الف ثانیؒ کی تعلیمات کی روشنی میں۔ایک تحقیقی جائزہ)

ڈاکٹر منیر احمد خان

ایسوسی ایٹ پروفیسر، صدر شعبہ اسلامی کلچر، سندھ یونیورسٹی، جام شورو

ڈاکٹر عبید احمد خان

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اسلامک لرننگ، یونیورسٹی آف کراچی

روحِ انسانی عالمِ امر میں اللہ تعالیٰ کے مشاہدے میں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اُس کی مخفی صلاحیتیں بیدار ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے قالب (جسم) کے ساتھ ایک طرح کا تعلق قائم کر کے روحِ انسانی کو عالمِ امر سے عالمِ سفلی کی طرف بھیجا تاکہ روحِ انسانی عنصرِ خاک جو کہ قالب کا جزوِ اعظم ہے کے ملاپ سے عروج حاصل کر کے اس دنیا میں علم الیقین، عین الیقین اور پھر حق الیقین کی کیفیت کو قالب (جسم) میں رہتے ہوئے حاصل کرلے۔ اسی جزوِ اعظم، عنصرِ خاک نے انسان کو تمام مخلوق سے اشرف بنادیا۔ روحِ انسانی نے مادی دنیا میں اپنا سفر اور وقت پورا کرلیا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دیا گیا تھا پھر جسمِ عنصری کو خیر باد کہہ کر دوبارہ عالمِ بالا کے سفر کی طرف لوٹی۔ اس تحقیق میں روحِ انسانی کے سات سفر، سات عوالم کی تفصیل، سفر کا مقصد، قرآن پاک، حدیثِ رسول ﷺ اور مکتوباتِ امام ربانی حضرت مجدّد الف ثانیؒ کی روشنی میں بیان کیے گئے ہیں۔ تحقیقی مقالہ لکھنے کا مقصد یہ ہے فانی دنیا کا غافل انسان دنیا کی فانی لذتوں میں خود کو فنا نہ کردے بلکہ موتوا قبل ان تموتوا (تم اپنے مرنے سے پہلے مر جاؤ) بے جا نفسانی خواہشات کا خاتمہ کر کے ربّ العالمین کی خواہشات کے مطابق زندگی گزارے تاکہ قبل از موت عالمِ بالا کے سفر کی تیاری کے لیے اعمالِ صالح کے ذریعے نیکیاں جمع کر سکے ایسا نہ ہو فانی دنیا کی محبت کی وجہ سے شرمندگی نہ اٹھانی پڑے۔

تو برائے بندگی ہے یاد رکھ — ورنہ پھر شرمندگی ہے یاد رکھ
ہو رہی ہے عمر مثلِ برف کم — چپکے چپکے، رفتہ رفتہ، دم بدم
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے — کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشآء واللہ ذو الفضل العظیم. اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے جس کو

بھی دینِ اسلام کی سمجھ اور عمل کی توفیق عطا فرمائی وہ مادی دنیا کے دھوکے سے بچا رہا اور اپنی تخلیق کے مقصد کو پا لیا اور کامیاب ہوگیا۔ روح انسانی ایک حقیقت ہے اکثر غافل انسان روح کے سفر کی معرفت سے نا آشنا ہیں اسی غفلت نے انسان کو فنا ہونے والی مادی دنیا کے سحر میں گرفتار کر کے فنا کر دیا۔ مگر جس پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہوا وہ اپنی تخلیق کے مقصد کو سمجھ کر فانی دنیا سے بے رغبت ہوا اور مالکِ حقیقی سے دائمی رشتہ استوار کر کے کامیاب ہوگیا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ویسئلونک عن الروح ط قل الروح من امر ربی وما اوتیتم من العلم الا قلیلا (۱)

ترجمہ:

"یہ لوگ آپ سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں آپ کہہ دیجیے کہ روح میرے ربّ کے حکم سے ہے اور تم لوگوں کو کم علم دیا گیا ہے"

روح کے سفر کو سمجھنے کے لیے ہمیں ان عوالم سے آگاہی ضروری ہے جن سے روح گزر کر اپنا سفر طے کرتی ہے۔

عوالم اور اُن کا تعارف:

عالمِ کبیر

تمام کائنات کے مجموعے کو کہتے ہیں جس میں تمام عالم سما جاتے ہیں، اس کو دائرۂ امکان بھی کہتے ہیں۔

عالمِ امر

عالمِ امر کو عالمِ غیب، عالمِ ارواح، عالمِ ملکوت بھی کہتے ہیں۔ یہ عالم اشیائے کونیہ سے عبارت ہے جو مجرد اور بسیط ہے اور مادی دنیا سے مختلف ہے۔ یہاں کا سفر وقت اور احکام مادی دنیا (عالم شہادت) سے مختلف ہیں۔ یہاں سیکنڈوں میں ہزاروں میل کا سفر طے ہوتا ہے۔ اس دنیا کا قیام کن فیکون کے تحت ہوا اور یہاں کے احکامات اور اسرار بھی کن فیکون میں پنہاں ہیں۔ اولیاء اللہ سے یہ اسرار مخفی نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **انما امرہٗ اذا اراد شیئا ان یقول لہٗ کن فیکون (۲)**

ترجمہ: "بے شک اس کا امر یہی ہے کہ جب کرنا چاہے کسی چیز کو تو کہے ہو جا تو وہ اُسی وقت ہو جائے گی"

عالمِ مثال اور عالمِ برزخ

یہ عالم، عالمِ امر سے نیچے ہے اور عالمِ شہادت سے اوپر ہے اس عالم میں ایک طرف عالمِ مثال ہے اور دوسری طرف عالمِ برزخ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: **ومن و رائھم برزخ الٰی یوم یبعثون ہ (۳)**

ترجمہ: "اور ان کے پیچھے برزخ ہے۔ اس دن تک کہ دوبارہ اٹھائیں جائیں گے" حضرت مجدّد الفِ ثانیؒ عالمِ مثال کے بارے میں فرماتے ہیں:

"اے برادر عالم ممکنات را سہ قسم قرار دادہ اند عالمِ ارواح و عالمِ مثال و عالمِ اَجساد، و عالمِ مثال را برزخ گفتہ اند درمیانِ عالَمِ اَرواح و عالمِ اَجساد، و نیز گفتہ اند کہ عالَمِ مثال دررنگ مرآت است مر معانِی و حقائقِ این ہر دو عالَم راکہ معانِی و حقائقِ اَجساد و اَرواح در عالمِ مثال بصُورِلطیفہ ظہور می نماید چہ درانجا مُناسبِ ہر معنے و حقیقتے صورت و ہیئت دیگر است وآن عالَم فی حَدِّ ذاتہ متضمن صُوَروہیئات واشکال نیست، صُوَر واشکال دروے ازعوالمِ دیگر منعکس گشتہ ظہور یافتہ است، ورنگ مرآت است کہ فِیْ حَدِّ ذَاتِہٖ متضمن ہیچ صورت نیست، اگر دروی؟ صورت کائن است ازخارج آمدہ است" (٤)

ترجمہ

"اے برادر! عالم ممکنات کی تین قسمیں قرار دی ہیں: (۱) عالمِ ارواح (۲) عالم مثال اور (۳) عالم اجساد۔ عالمِ مثال کو عالمِ ارواح اور عالم اجساد کے درمیان برزخ کہتے ہیں، اور یہ بھی کہتے ہیں کہ عالمِ مثال ان دونوں عالموں کے معانی وحقائق کے لئے ایک آئینہ کی طرح ہے، اجساد وارواح کے حقائق و معانی عالمِ مثال میں لطیفے کی صورت میں ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ کیوں کہ وہاں (عالمِ مثال میں) حقیقت کے مناسب دوسری صورت و ہیئت میں ہیں اور وہ عالم (مثال) اپنی ذات میں صورتوں اور ہیئتوں اور شکلوں کا متضمن نہیں ہے بلکہ وہاں صورتیں اور شکلیں دوسرے عالموں سے منعکس ہوکر ظہور پذیر ہوتی ہیں جس طرح آئینہ کہ وہ اپنی ذات کے اندر کوئی شکل وصورت نہیں رکھتا۔ اس میں جو بھی صورت دکھائی دیتی ہے وہ باہر سے آئی ہوئی ہوتی ہے"

عالمِ خلق

دنیا کو کہتے ہیں اس کو عالمِ شہادت، عالم اجسام اور عالمِ ناسوت بھی کہتے ہیں۔ یہ مادی دنیا ہے۔ یہ ٹکڑے اور تقسیم ہوسکتے ہیں۔

عالمِ صغیر

عالمِ صغیر انسانی کو کہتے ہیں۔ عالمِ صغیر دس لطائف پر مشتمل ہے پانچ عالمِ خلق، پانچ عالمِ امر سے تعلق رکھتے ہیں اور قوتِ وہم عالمِ مثال سے تعلق رکھتی ہے۔ حضرت مجدّد الف ثانیؒ عالم صغیر کے بارے میں لکھتے ہیں:

فاقول بتوفیق اللّٰہ سبحانهٗ ان جمیع ما ظهر فا العالم الکبیر تفصیلا فهو ظاهر فی العالم الصغیر اجمالا. ونعنی بالعالم الصغیر الانسان فاذا صقل العالمٗ الصغیر ونور ظهر فیه بطریق المراتیة جمیع ما فی العالم لکبیر تفصیلا لانهٗ بالصقالة والتنویر قد اتسع وعاؤهٗ حکم صغره"

ترجمہ

"لہٰذا اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی توفیق سے میں کہتا ہوں جو کچھ عالمِ کبیر میں تفصیلاً ظاہر ہوتا ہے وہی سب کچھ عالمِ صغیر میں بھی اجمالاً ظاہر ہوتا ہے۔ عالمِ صغیر سے مراد انسان ہے لہٰذا جب عالمِ صغیر کا زنگ (حجابات) دور کر کے اس کو منور کر دیا جاتا ہے تو اس میں آئینہ کی طرح وہ تمام چیزیں ظاہر ہو جاتی ہیں جو تفصیلاً عالمِ کبیر میں پائی جاتی ہیں کیونکہ زنگ (حجابات) دور ہو جانے اور منور ہو جانے کی وجہ سے اس کا ظرف وسیع ہو جاتا ہے اور اس کی کوتاہی کا اثر جاتا رہتا ہے"

عالمِ امر میں روح کی تخلیق، قیام اور توجہ:

تخلیق کائنات کے نظام میں مرتبہ احدیت پھر مرتبہ وحدت اور پھر مرتبہ واحدیت کا نزول ہوا اور تیسرے نزول میں عالمِ امر کا قیام ظہور پذیر ہوا۔ یعنی ارواح اور فرشتوں کا قیام عمل میں آیا۔ اس عالم میں ارواح صانع حقیقی، اللہ جلّ سلطانہٗ کا قدرے علم رکھتی اور بارگاہِ قدس کی طرف متوجہ تھی۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ معارف لدنیہ میں فرماتے ہیں:

بیانش آنست که روحِ انسانی مَعَ مَا یَتَضَمَّنُهٗ مِنَ السِّرِّ وَ الْخَفِیِّ وَالْاَخْفیٰ پیش از تعلق به بدن بصانع خود جَلّ سلطانهٗ علمے داشت و نحوے از توجه بآں جنابِقدس اورا متحقق بود"(۵)

ترجمہ

"روح انسانی میں سِرّ، خفی اور اخفیٰ کے .... بدن کے ساتھ تعلق پیدا ہونے سے پہلے اپنے صانع حقیقی جل سلطانہٗ کا یک گونہ علم رکھتی تھی اور بارگاہِ قدس کے ساتھ اسے ایک طرح کی توجہ حاصل تھی"

عالمِ امر میں ارواح اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ تھیں اور ایک دوسرے کے ساتھ آشنائی بھی رکھتی تھیں۔ حضور انور ﷺ کا ارشاد ہے:

"عن عائشهؓ قالت قال رسول اللّٰہ ﷺ الارواح جنود مجندةٌ فما تعارف منها

ائتلف وما تناکر منہا اختلف" (٦)

ترجمہ

''حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ کہا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا روحوں کے جھنڈ در جھنڈ لشکر تھے جو ازل میں ایک دوسرے سے آشنا تھے وہ اس دنیا میں بھی الفت کرنے لگے اور جو وہاں نا آشنا تھے یہاں (دنیا) میں بھی جدا رہے۔'' معلوم ہوا دنیا (عالم شہادت) کے تعلقات اور ملاقاتوں کا معاملہ بھی اصل (عالمِ امر) سے تعلق رکھتا ہے۔

روح کا عالمِ امر سے عالمِ شہادت کی طرف سفر، مقصد اور غرض و غایت

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے روحِ انسانی کی ترقی اور پھلنے پھولنے کا راز جسم (عنصری) کے ساتھ تعلق قائم ہونے میں رکھا ہے اسی سے متعلق حضرت مجدّد الف ثانیؒ معارف لدنیہ میں روح کا دنیا میں آنے کے سبب پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

''وچوں در نہاں او استعداد ترقیات نہادہ بودند، وظہور آں استعدادات منوط بود بتعلق ببدنِ عنصری، لاجرم اوّلاً اورا صفت تعشق و محبت عطا فرمودند، درو ے اورا ثانیاً بایں پیکرِ ہیولانی گردانیدند، وارتباطِ حُبّی بر وجہِ کمال دراینہا پیدا آوردند پس روح بواسطۂ ایں تعلق بسببِ کمال لطافت خویش خود را دریں محبوبِ ظلمانی گم ساخت، ووجود خود را با توابع آں دروی فانی گردانید'' (٧)

ترجمہ

''چوں کہ اس (روح) کی فطرت میں ترقیات کی استعداد رکھ دی گئی تھیں اور ان استعدادوں کا ظہور بدنِ عنصری کے ساتھ تعلق ہونے پر منحصر تھا اس لیے لامحالہ اولاً اسے تعشق (فریفتگی) اور محبت کی صفت عطا فرمائی گئی۔ پھر اس کے بعد کے درجہ میں اس کی توجہ کو اس مادی جسم کی طرف پھیر دیا گیا۔ اور ان دونوں (روح اور جسم) میں محبت کا ارتباط اور تعلق بدرجۂ کمال پیدا کر دیا گیا۔ چناں چہ روح نے اس تعلق کی بنا پر اپنے کمالِ لطافت کے باوجود اپنے آپ کو اس محبوبِ ظلمانی (جسم) میں گم کر دیا۔ اور اپنے وجود کو مع اس کے توابع (سرِّ خفی و اخفیٰ) کے اس ظلمانی محبوب یعنی جسم میں فنا کر دیا''

حضرت مجدد الف ثانیؒ ارواح کی توجہ مادی جسم سے زوال پذیر ہونے کے بارے میں فرماتے ہیں:

'' ہر کسے را کہ سعادت ازلی در کار گشت و رجوعِ قہقھری نمودہ، و وداعِ مودتِ عالمِ سفلی کرد، ورو ے

بعالمِ علوی آورد، وساعۃً فساعۃً محبت قدیم غلبہ کرد، ودوستیٔ حادث روئے بزوال آورد، تاآنکہ نسیانِ تام نسبت بایں محبوبِ ظلمانی میسّر شد، واثرے از محبت او نماند، ایں زمان فنائے جسدی متحقّق گشت" (۸)

ترجمہ

''جس کسی کو سعادتِ ازلی حاصل ہوگئی اس نے الٹے پیروں واپس ہوکر عالمِ سفلی کی محبت کوالوداع کہا اور عالمِ بالا کی طرف متوجہ ہوگیا اور آہستہ آہستہ پرانی محبت (اللہ تعالیٰ کی محبت) نے غلبہ کیا اور نئی پیدا شدہ دوستی نے (مادی جسم کے ساتھ) زوال کی راہ اختیار کی یہاں تک کہ اس محبوبِ ظلمانی (یعنی جسدِ عنصری) کے ساتھ مکمل نسیان میسر آگیا اور اس کی محبت کا کوئی اثر باقی نہیں رہا۔ اُس وقت فنائے جسدی حاصل ہوگئی''۔

قرآن پاک میں پیدائش کا مقصد بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون (۹)

ترجمہ: ''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اسی لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں''

سوال یہ پیدا ہوسکتا ہے کہ روح جو محبوبِ ظلمانی میں قید کرکے دنیائے فانی میں عبادت کے لیے بھیجی گئی تو کس حد تک عبادت کی جائے اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحجر کی آیت نمبر ۹۹ میں ارشاد فرمایا ہے:

وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ (۱۰)

ترجمہ: ''اپنے رب کی اتنی عبادت کر، کہ تجھے یقین حاصل ہوجائے''

مفسرینِ کرام اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں: ''آپ اپنے رب کی تسبیح وتحمید، نمازوں اور دیگر عبادات میں مشغول رہیں یہاں تک کہ موت آجائے۔'' حضرت جبیر بن نضیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: ''میری طرف یہ وحی نہیں بھیجی گئی کہ میں مال جمع کروں اور تاجروں میں سے ہوجاؤں لیکن میری طرف یہ وحی بھیجی گئی ہے کہ:

فسبح بحمد ربک وکن من الساجدین واعبد ربک حتی یاتیک الیقین.'' (۱۱)

ترجمہ: ''اپنے رب کی تسبیح بیان کیجیے جو حمد کے ساتھ ملی ہوئی ہو اور نماز پڑھنے والوں میں سے ہوجایئے اور یقین حاصل ہونے تک اپنے رب کی عبادت کیجیے'' یقین کے تین مراتب ہیں:

(۱) علم الیقین (۲) عین الیقین (۳) حق الیقین۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے رسالہ معارف لدنیہ میں صفحہ ۲۲ پر بھی ذاتِ حق میں یقین کے تین مراتب کے اسرار بیان فرمائے ہیں:

(۱)۔علم الیقین

"علم الیقین درذات حق سبحانہٗ وتعالیٰ عبارت از شہود آیاتیست کہ دلالت می کند بر ذات اوجل شانہٗ" (۱۲)

ترجمہ: "حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی ذات کے بارے میں علم الیقین حاصل ہونے سے مراد اُن آیات (نشانیوں) کا شہود ہے جو حق جل شانہٗ کی ذات پر دلالت کرتی ہیں"

علم الیقین اوّلاً عوام کے حق میں صورتِ اسلام ہے۔یعنی اوّل چاہیے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان کا علم حاصل کیا جائے ارکانِ اسلام (زبان+دل) ایمانِ مجمل اور ایمانِ مفصّل اس کی بنیاد ہیں یعنی ذات، صفات (وحدت، قدم، حیوۃ، علم، ارادہ، سمع اور بصر، کلام، خلق وتکوین)، اسمائے الٰہی (تخلقوا با اخلاق اللّٰہ ۔اللہ کی صفتوں میں رنگے جاؤ) واحکامات (قرآن وسنت)، ملائکہ، کتب، رسول، یوم آخرت، تقدیر اور بعثِ بعد موت کو علم الیقین کے طور پر حاصل کیا جائے۔صرف اسی پر ہی اکتفا نہیں کرنا ہے بلکہ ارشاد باری کے حکم کے تحت یایھا الذین امنوا! امنوا۔(یعنی اے ایمان والوں مزید ایمان لے آؤ) کہ اب صورتِ اسلام سے حقیقتِ اسلام میں داخل ہو جاؤ۔جب صورتِ اسلام سے حقیقتِ اسلام میں داخل ہوتا ہے تو استدلالی علم بدیہی ہو جاتا۔اور یہ سب تزکیہ کی برکت سے ہی ممکن ہے۔

(۲)عین الیقین

عین الیقین کے بارے میں حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں:

عین الیقین، عبادت از شہودِ عبداست مرحق سبحانہٗ رابعدارتفاعِ حجابِ تعیّنِ او" (۱۳)

ترجمہ: "عین الیقین سے مراد بندے کو اس کے اپنے یقین کا حجاب اُٹھ جانے کے بعد حق سبحانہٗ وتعالیٰ کا شہود حاصل ہوتا ہے"

(۳)۔حق الیقین

حضرت مجدد الف ثانیؒ معارف لدنیہ میں فرماتے ہیں:

حق الیقین عبارت از شہودِ اوست جل شانہٗ (۱۴)

ترجمہ: ''حق الیقین سے مراد حق تعالیٰ جل شانہٗ کا اس کی ذات کے ساتھ شہود ہے''

حضرت مجددِ الف ثانیؒ مکتوبات میں حق الیقین کی مزید تشریح بیان فرماتے ہوئے کہتے ہیں:

''از حق الیقین چہ نوشتہ آید کہ کمالِ تحقُّقِ آن مَربوط بنشاہ اُخروی ست واگر نصیبے ازان دولت در دُنیا کاملان ست مخصوص با خصِّ خواص ست کہ سَیرِ انفُسی کہ شباہت بحق الیقین وارد نزد ایشان داخلِ علم الیقین شدہ و انُفُسِ شان حکم آفاق گرفتہ و علمِ حُضوری ایشان کہ بانُفس بودہ است علم حُصولی گشتہ وعین الیقین در ما وراءِ آفاق وانفُس در حق شان حاصل شدہ وقلیل کا ھُم'' (۱۵)

ترجمہ: ''اور حق الیقین کے بارے میں کیا لکھا جائے کیوں کہ اس کے ساتھ کامل طور پر متحقق ہونا آخرت کی زندگی سے وابستہ ہے۔ اور اگر اسی دنیا میں اس دولت کا کوئی حصہ ثابت ہے تو وہ اخصِ خواص کے ساتھ مخصوص ہے کہ جن کے نزدیک سیر انفسی حق الیقین کے ساتھ مشابہت رکھتی ہے ان کے نزدیک علم الیقین میں داخل ہو چکی ہے اور ان کے انفس نے آفاق کا حکم حاصل کر لیا ہے اور ان کا علمِ حضوری جو انفس کے ساتھ تھا علمِ حصولی ہو چکا ہے اور آفاق وانفس کے ماوراان کو عین الیقین حاصل ہو گیا ہے لیکن ایسے حضرات بہت کم ہیں''

یہ مقام بھی اخصِ خواص کا ہے۔ جس کے حصول کے لیے کوشش کرنی چاہیے، یہاں تک کہ موت آجائے۔ موت خود حق الیقین کی کیفیت سے آگاہ کر دیتی ہے موت کے وقت سب حجابات اٹھ جاتے ہیں اور حق ظاہر ہو جاتا ہے۔ سورۃ ق آیت نمبر ۱۹ میں ارشاد ہے:

وجآء ت سکرۃ الموت بالحق ط ذالک ما کنت منہ تحیدo (۱۶)

ترجمہ: ''اور موت کی بے ہوشی حقیقت کھولنے کو طاری ہو گئی یہی (وہ حالت ہے) جس سے تو بھاگتا تھا''

اسی لیے فرعون پر جب موت طاری ہوئی تو حجابات اٹھ گئے اور اللہ پر یقین لے آیا۔ لیکن وقت گزر چکا تھا۔ ہمیں بھی دنیا میں آنے کا اصلی مقصد نہ بھولنا چاہیے اور اس فانی دنیا کی محبت کو دل سے باہر نکال کر طالبِ صادق بن کر محبوبِ حقیقی اللہ تعالیٰ کی محبت رضا اور معرفت کے حصول میں کوشاں رہنا چاہئے۔ روح عالمِ امر میں حق تعالیٰ کی محبت اور مشاہدے میں تھی اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ روح اپنی مخفی صلاحیتوں کو عالم ناسوت (دنیا) میں جا کر اجاگر کرے تو روح کا عالم

امر سے پہلا تنزل عالمِ ناسوت (دنیا) میں ہوا۔

روح کا سفر عالمِ امر سے جسمِ عنصری میں

عالمِ مثال، عالمِ امر اور عالمِ ناسوت کے درمیان واقع ہے۔ جب عالم ناسوت میں ماں کے بطن میں حمل قرار پا جاتا ہے اور مختلف مراحل سے گزرتا ہوا شکل وصورت اختیار کر لیتا ہے تو روح جسمِ عنصری میں داخلے کے لیے عالمِ امر سے روانہ ہوتی ہے عالمِ ناسوت میں آ کر مادرِ رحم میں بچے کے جسمِ عنصری میں داخل ہو جاتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ونفخ فیہ من روحہ (۱۷)

ترجمہ: ''اور پھونکی اس میں اپنی روح''

حضرت مجدّد الف ثانیؒ روح اور عالمِ مثال کے تعلق کے متعلق روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں:

''روح پیش از تعلّق ببدن در عالم خود بودہ است کہ فوق عالمِ مثال است وبعد از تعلق ببدن اگر تنزُّل نمودہ است بعالم اجساد بعلاقۂ حُبّی فرود آمدہ است بعالم مثال کار ندارد نہ پیش از تعلُّق و نہ بعد از تعلق پیش ازین نیست کہ در بعضی اوقات بتوفیق اللّٰہ سبحانہٗ بعضے از احوالِ خود را در مرآت آن عالم مطالعہ می نماید و حسن وقبح احوال را از انجا معلوم می سازد'' (۱۸)

ترجمہ: ''تو جاننا چاہیے کہ روح بدن کے تعلق سے پہلے اپنے عالم (ارواح) میں تھی جو عالمِ مثال سے اوپر ہے اور بدن سے تعلق کے بعد اگر اس نے تنزل کر کے عالمِ اجساد سے تعلق قائم کر لیا ہے تو علاقہ محبت کے باعث نیچے آ گئی ہے۔ اس کو عالمِ مثال سے کوئی سروکار نہیں ہے۔ نہ اس کو (بدن سے پہلے (عالمِ مثال) سے کوئی تعلق تھا نہ بعد میں۔ اور اس سے زیادہ کوئی تعلق نہیں ہے کہ بعض اوقات اللہ سبحانہٗ کی توفیق سے اپنے بعض احوال کو عالمِ مثال کے آئینہ میں مطالعہ کر لیتا ہے اور اپنے احوال کے حسن وقبح سے (اچھائی و برائی) کو اس جگہ سے معلوم کر لیتا ہے''

روح کا نزول اور سفر بمع جسمِ عنصری عالم شہادت میں:

دنیا کو عالم شہادت اس لیے کہتے ہیں کہ اس جہاں کی ہر چیز چھوئی اور محسوس کی جا سکتی ہے۔ اس دنیا کا قیام اللہ تعالیٰ نے بتدریج چھ دنوں میں مکمل فرمایا اسی لئے اس دنیا کے احکامات وافعال زمان ومکاں کی قید میں رہتے ہوئے بنائے گئے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ان ربکم اللہ الذی خلق السمٰوٰت والارض فی ستۃ ایامO (۱۹)

ترجمہ: ''بے شک تمھارا رب وہی ہے جس نے پیدا کیا زمین و آسمان کو چھ دن میں'' جسم عنصری میں روح پھونکنے کے بعد رحم مادر میں معین مدت گزار کر روح کا نزول جسمِ عنصری کے ساتھ پیدائش کے ذریعے عالمِ شہادت (دنیا) میں نمودار ہوتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ونقر فی الارحام ما نشآء الی اجل مسمی ثم نخرجکم طفلا (۲۰)

ترجمہ: ''اور ہم جس کو چاہتے ہیں ایک مقررہ میعاد تک پیٹ میں ٹھرائے رکھتے ہیں پھر تم کو بچہ بنا کر نکالتے ہیں'' محض اللہ کے فضل و کرم سے روح جسم کا لباس پہن کر ایک کم زور بچے کی صورت میں ظہور کرتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اللہ الذی خلقکم من ضعف ثم جعل منم بعد ضعفٍ قوہ ٥ (۲۱)

ترجمہ: ''اللہ ہی ہے جس نے پیدا کیا تم کو ناتواں (کم زور) پھر بخشی کم زوری کے بعد قوت''

حضرت مجدد الف ثانیؒ مبداء و معاد میں روح کے نزول اور تاریک ڈھانچہ (جسم عنصری) میں گرفتاری کے بارے میں فرماتے ہیں:

''اما بعد از تعلق بایں بدنِ عنصری و گرفتاری بایں ہیکل ظلمانی او از برزخیت بر آمدہ است، و بتمام بعالمِ چوں فرود آمدہ، ورنگ بیچونی ازوے متوازی گشتہ'' (۲۲)

ترجمہ: ''لیکن اس (روح) کا تعلق اس بدنِ عنصری کے ساتھ ہو جانے اور اس تاریک ڈھانچہ (جسمِ انسانی) میں گرفتار ہو جانے کے بعد وہ اس برزخیت سے نکل آئی ہے۔ اور پورے طور پر اس عالمِ چون (یعنی دنیائے کیف) میں اتر آئی ہے اور بے چونی (بے کیفی) کا رنگ اس سے پوشیدہ ہو گیا ہے''

حضرت مجدد الف ثانیؒ روح کی تاریک ڈھانچے میں گرفتاری کے بعد اُس کے مقصد نزول اور عروج کے اسرار بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

''پس اگر عنایت خداوندی جل شانہٗ دستگیری نماید و ازیں سفر رجوعے واقع شود و ازیں تنزّل عروجے فرماید، نفسِ ظلمانی و بدنِ عنصری نیز بتابعت او عروجے خواہند نمود، وطے منازل خواہند فرمود دریں ضمن آنچہ مقصود از تعلق روح و تنزلِ اوست بظہور خواہد آمد، و امارہ باطمینان خواہد پیوست۔ وظلمانی بنورانی مبدّل خواہد گشت۔ وچوں روح ایں سفر را تمام کند و آنچہ مقصود از

نزول بود بانجام رساند، بہ برزخیت اصلی خواہد رسید ونہایت در رجوع بہ بدایت خواہد یافت" (۲۳)

ترجمہ: "پس اگر عنایتِ خداوندی جل شانہٗ دستگیری فرمائے اور اس سفر سے ایک قسم کی واپسی (دوبارہ اللہ تعالیٰ کی طرف روح کی توجہ کا پھرنا) حاصل ہو جائے اور اس تنزل سے پھر عروج نصیب ہو جائے تو نفسِ ظلمانی اور بدنِ عنصری کو بھی اس کی پیروی میں ایک طرح کا عروج نصیب ہو جائے گا اور وہ منازل طے کر لیں گے۔ اسی سلسلہ میں روح کے اس تعلق اور اس کے اس تنزل سے جو کچھ مقصود ہے وہ بھی ظہور میں آجائے گا اور نفسِ امارہ کو اطمینان نصیب ہو جائے گا (یعنی مطمئنہ ہو جائے گا) اور جو چیز ظلمانی (تاریک) تھی وہ بدل کر نورانی ہو جائے گی۔ جب روح اس سفر کو مکمل کرلے گی اور جو کچھ اس کے نزول سے مقصود تھا اس کو اپنے انجام تک پہنچا لے گی تو اپنی اصلی برزخیت تک پہنچ جائے گی اور اس طرح اپنی بدایت (نقطۂ آغاز) کی طرف لوٹتے ہوئے نہایت (نقطۂ انجام) کو حاصل کر لے گی"

بزرگانِ دین نے روح کو اپنے مقصود کو پانے کے درمیان چار بڑے حجابوں کو بیان کیا ہے: (۱) ظلمانی حجاب (۲) نورانی حجاب (۳) کیفی حجاب (۴) جسمانی حجاب۔

۱) حجابِ ظلمانی: حضرت مولانا زوار حسین شاہؒ حجابِ ظلمانی کی ۴ اقسام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

(I) دنیا: جو آخرت کا پردہ ہے لیکن جب طالبِ مولیٰ زہد اور پرہیزگاری پر تُل جائے اور تھوڑے پر ہی راضی ہو جائے تو دنیا کے پردے سے باہر نکل جاتا ہے۔

(II) خلقت: (غافل لوگ) عبادت کا پردہ ہے۔ لیکن جب طالبِ مولیٰ تنہائی اختیار کر لے اور غافل لوگوں کے ملاپ کو چھوڑ کر صحبتِ صالحین اور ذکر کو اختیار کرے تو خلقت کے پردہ سے الگ ہو جاتا ہے۔

(III) شیطان: دین کا پردہ ہے۔ لیکن جب طالبِ مولیٰ حضور انور ﷺ کی پیروی اختیار کرتا ہے تو شریعت کی برکت سے شیطان کے شر اور حملوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

(IV) نفسِ امارہ: اللہ تعالیٰ اور طالبِ مولیٰ کے درمیان کا پردہ ہے۔ جب ریاضت، مجاہدات اور ذکر اذکار میں لگ جائے تو ماسویٰ اللہ کے پردے سے آزاد ہو جاتا ہے اور نفس کی قید اور غفلت کے حجاب سے باہر آجاتا ہے۔ (۲۴)

۲) نورانی حجابات: یہ خواص کی رکاوٹوں کا سبب بنتے ہیں۔ جب سالک دنیا، خلقت، شیطان اور نفسِ امارہ کے حجابات کو دور کر لیتا ہے تو تزکیہ نفس اور تصفیہ روح کی برکت سے تجلیات وانوارات کا مشاہدہ کرتا ہے۔ لیکن یہ

تجلیات اور انوارات بھی مقصود نہیں، مقصود تو ذاتِ حق (رضا، محبت، معرفت) ہے یہ چیزیں (یعنی تجلیات و انوارات) بھی اس حادث اور مخلوق ہیں۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی رویت دنیا میں نہیں ہو سکتی۔ حضرت زوار حسین شاہؒ لکھتے ہیں: '' ان انوار اور تجلیات میں دل نہ لگائے بلکہ اس کی نفی کر کے مطلوبِ حقیقی (اللہ تعالیٰ) کی طرف متوجہ ہو جائے۔ اگر چہ وہ انوارِ ملکوتی ہیں لیکن پھر بھی مخلوق ہیں اور اس میں مشغول ہونا ایسا ہی ہے جیسا مال وزر میں مشغول ہونا........ بلکہ ملکوت کے یہ نورانی پردے ناسوت کے ظلمانی پردوں سے زیادہ شدید ہیں .... اگر دل اس میں اُلجھ گیا تو عمر بھر بھی اس قید سے نکلنے کی اُمید نہیں اور ساتھ ہی اگر اُن انوار کو لاہوتی انوار (ذات و صفاتِ حق) سمجھ لیا تو عمل کے ساتھ عقیدہ بھی بگڑا۔ اس مقام پر بہت سے لوگ برباد ہو گئے۔''(۲۵)

۳) حجابِ کیفی: یہ حجابات اخص الخواص لوگوں میں رکاوٹوں کا سبب بنتے ہیں۔ حجابِ نورانی سے بچ کر جب طالبِ صادق مزید ترقی کرتا ہے، عالمِ ارواح کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور اکثر اس عالم کی نورانیت کی لذت میں پھنس جاتا ہے۔ اُن عوالم میں نورانیت اور کیف و مستی بے انتہا ہوتی ہے۔ اگر کیف و مستی ہی میں مبتلا ہو گئے تو کیفی حجاب کہلاتے ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ معارفِ لدنیہ میں حجابِ کیفی کے متعلق فرماتے ہیں: '' گاہ باشد کہ نظرِ سالک بر عالمِ ارواح افتد، وآں عالم را بواسطۂ مناسبت بمرتبۂ وجوب، اگر چہ آں مناسبت بحسبِ صورت باشد حق می انگارد، وشہودِ آں عالم را شہودِ حق جلّ سلطانہٗ تصور می نماید و بآں محفوظ و ملتذ می گردد، .... وَاحسَرتَا اگر ازیں مرتبہ اورا نگزرانند، واز باطل بحق نبرند۔ بعضے از مشائخ دریں مقام سی سال روح را بخدائی پرستیدند، وچوں ازیں مقام گذرانیدند شناعتِ آں را دانستند۔ الحمد للہ الذی ھدٰنا لھذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدٰنا اللہ لقد جآءت رسل ربنا بالحق'' (۲۶) ترجمہ: (کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ سالک کی نظر عالمِ ارواح پر پڑتی ہے۔ اور اس وجہ سے کہ عالمِ ارواح کو مرتبۂ وجوب کے ساتھ مناسبت ہوتی ہے۔ اگر چہ یہ مناسبت محض صورت کے اعتبار ہی سے ہوتی ہے۔ تو سالک اس عالم ہی کو حق سمجھ لیتا ہے اور اس عالم کے مشاہدہ کو، مشاہدہ حق جلّ سلطانہٗ تصور کر لیتا ہے اور اس سے محظوظ اور لذت اندوز ہونے لگتا ہے۔ ......۔ اگر اس مرتبہ سے اسے آگے نہ بڑھائیں اور باطل سے حق تک نہ پہنچائیں تو افسوس صد افسوس ہے۔ بعض مشائخ اس مقام میں تیس سال تک روح کو خدا سمجھ کر اس کی پرستش کرتے رہے ہیں اور جب (توفیقِ حق) نے انھیں اس مقام سے گزار دیا تو اس کی برائی کا انھیں علم ہوا۔ اس خدا کا شکر ہے جس نے ہمیں اس کی رہنمائی فرمائی۔ اگر خدا تعالیٰ نے ہماری رہنمائی نہ فرمائی ہوتی تو ہم راہ نہیں پا سکتے تھے۔ یقیناً

ہمارے پروردگار کے تمام رسول حق لے کر ہی آئے تھے)

۴) حجابِ جسم: جب روح فنائے حقیقی اور بقاء البقا (یعنی بقائے حقیقی) یا بقائے کامل کو حاصل کر لیتی ہے، تو اس مقام پر آخری فنا، فنائے اتم حاصل ہوتی ہے۔ لیکن اس مقام پر ذات الٰہی کی اس قدر کشش ہوتی ہے کہ روح کسی اور طرف (فانی دنیا اور فانی جسم) التفات نہیں کرتی۔ بلکہ کشش الٰہی کی وجہ سے جسم کو حجاب سمجھتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس مقام پر روحوں میں وہ صلاحیتیں بھی پیدا کر دیتے ہیں کہ وہ متشکل ہو جائیں جب ادنیٰ مخلوق 'جنات' میں فطری طور پر یہ صلاحیتیں موجود ہوتی ہیں تو کاملین میں کیا شبہ۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ اپنے مکتوب میں اشارۃً بیان کرتے ہیں: ''جنیان کہ متشکل باشکال میگردند و متجسد باجساد میشوند و دریں حال اعمالِ عجیبہ کہ مناسب این اشکال واجساد است بوقوع می آرند ہیچ تناسخ نیست وہیچ حلولے نہ ہرگاہ جنیان را بتقدیر اللّٰہ سبحانہٗ این قدرت بود کہ متشکل باشکال گشتہ اعمال غریبہ بوقوع آرنہ ارواح کُمّل را اگر این قدرت عطا فرمایند چہ محل تعجب است............اہل کمال تماشائی نیستند ہمت ایشانِ بعد از حصولِ کمال تجرُّد از ابدان است نہ تعلق بابدان زیرا کہ آنچہ مقصود از تعلق بودہ است حصولِ پیوستہ۔'' (۲۷)

ترجمہ: 'جن' جو مختلف صورتوں میں متشکل ہو کر دوسرے اجساد کے متجسد ہو جاتے ہیں اور اس حالت میں ان سے عجیب وغریب اعمال جو ان شکلوں اور جسموں کے مناسب ہیں وقوع میں آتے ہیں ان میں کوئی تناسخ اور حلول نہیں جب کہ جنوں کو اللہ سبحانہٗ نے اپنی قدرت سے یہ طاقت عطا فرمائی ہے کہ وہ مختلف شکلوں میں متشکل ہو کر عجیب وغریب اعمال وقوع میں لائیں۔ اگر (حق تعالیٰ) کاملین کی ارواح کو بھی یہ طاقت عطا فرما دیں تو اس میں کیا تعجب ہے............اہل کمال تماشائی نہیں ہوتے ان کی ہمت وشان تو حصولِ کمال کے بعد بدنوں سے علیحدگی اختیار کرنا ہے۔ نہ کہ بدنوں کے ساتھ تعلق پیدا کرنا۔ کیوں کہ بدنوں کے تعلق سے جو کچھ مقصود تھا وہ تو حاصل ہو چکا۔

ہدایت الطالبین کے مؤلف حضرت مولانا شاہ ابوسعید فاروقی مجددی قدس سرہ فرماتے ہیں: ''جب اللہ تعالیٰ کی عنایت بے غایت کسی بندہ کے ساتھ شامل حال ہوتی ہے تو وہ اُسے اپنے دوستوں میں سے کسی ایک دوست کی خدمت میں بھیج دیتا ہے اور وہ بزرگ ریاضات ومجاہدات کا حکم دے کر اس کے باطن (روح) کا تزکیہ اور تصفیہ کرتا ہے اور اذکار واذکار کی برکت سے اس کے لطائف کو ان کی اصل عالمِ بالا (عالمِ امر) کی طرف رجوع کر دیتا ہے (۲۸)

جب انسان زندگی کے اصل مقصد سے آگاہ ہوجاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی دوستی کی راہ پکڑ لیتا ہے جیسے جیسے اللہ تعالیٰ سے رشتہ استوار ہوتا جاتا ہے ویسے ویسے کھوئی ہوئی اللہ تعالیٰ کی محبت بحال ہوتی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت جو روحِ انسانی میں قائم ہوتی جاتی ہے اُس کیفیت اور غلبہ کو فنا سے تعبیر کیا جاتا ہے جو کہ اس راستہ میں پیش آتی ہیں۔ جیسے جیسے روحِ انسانی، قربِ الٰہی میں جاتی ہے اُس کی فنا کی کیفیت بدلتی رہتی ہے بزرگانِ دین نے قربِ الٰہی کے راستے میں پیش آنے والی فنا (تعلق مع اللہ) کی مندرجہ ذیل اقسام بیان فرمائی ہیں جو روح کو درجۂ کمال تک پہنچاتی ہیں۔ یہی درجۂ کمال روح کے آئندہ سفر کو جو عالمِ بالا کی طرف ہوگا آسان اور سہل بنادیتی ہیں۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ مراتبِ فنا کے متعلق فرماتے ہیں:

"فنا عبارت از نسیانِ مادونِ حق است سبحانہٗ، بواسطۂ استیلاء شہود ہستی او جَلَّ ذِکْرُہٗ. بیانش آنست کہ روح انسانی مَعَ مَا یَتَضَمَّنُہٗ مِنَ السِّرِّ وَالْخَفِیِّ وَالْاَخْفٰی پیش از تعلق بہ بدن بصانع خود جلّ سلطانہٗ علیے داشت و نحوے از توجہ بآں جناب قدس اورا متحقق بود، وچوں در نہاد او استعداد ترقیات نہادہ بودند، وظہور آں استعدادات منوط بود بتعلق ببدنِ عنصری لاجرم اوّلاً اورا صفت تعشق و محبت عطا فرمودند، وروئے اورا ثانیاً بایں پیکر ہیولانی گردانیدند، وارتباط حُبّی بروجہ کمال در اینہا پیدا آوردند پس روح بواسطۂ ایں تعلق بسببِ کمال لطافت خویش خود را دریں محبوبِ ظلمانی گم ساخت، ووجود خود را با توابع آں دروے فانی گردانید.............ہر کسے راکہ سعادت ازلی درکار گشت ورجوع قہقری نمودہ، وداعِ مودت عالمِ سفلی کرد، وروئے بعالمِ علوی آورد، وساعۃً فساعۃً صحبت قدیم غلبہ کرد، ودوستیٔ حادث روئے بزوال آورد (۲۹)

ترجمہ: فنا سے مراد، حق تعالیٰ ذکرہٗ کی ہستی کے شہود کے غلبہ کی وجہ سے ماسوائے حق سبحانہٗ کو بھول جانا ہے۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ روحِ انسانی بدن کے ساتھ تعلق پیدا ہونے سے پہلے اپنے صانع حقیقی (اللہ تعالیٰ) کا یک گونہ علم رکھتی تھی (یعنی اللہ تعالیٰ کے مشاہدے میں تھی) اور بارگاہِ قدس کے ساتھ اسے ایک طرح کی توجہ حاصل تھی۔ اور چوں کہ اس کی فطرت میں ترقیات کی استعداد رکھوی گئی تھی اور ان استعدادوں کا ظہور بدنِ عنصری کے ساتھ تعلق ہونے پر منحصر تھا اس لیے لامحالہ اوّلاً اسے تعشق (فریفتگی) اور محبت کی صفت عطا فرمائی گئی۔ پھر اس کے بعد کے درجے میں اس کی توجہ کو مادی جسم کی طرف پھیر دیا گیا۔ اور ان دونوں (روح اور جسم) میں محبت کا ارتباط اور تعلق بدرجۂ کمال پیدا کردیا

گیا۔ چناں چہ روح نے اس تعلق کی بنا پر اپنے کمالِ لطافت کے باوجود اپنے آپ کو اس محبوبِ ظلمانی (جسم) میں گم کردیا، اور اپنے وجود کو مع اس کے توابع (سرِ خفی واخفی) کے اس ظلمانی محبوب یعنی جسم میں فنا کردیا۔ جس کو سعادتِ ازلی (روح کی دنیا میں آنے سے پہلے عالمِ امر میں اللہ کی محبت) حاصل ہوگئی اس نے الٹے پیروں واپس ہوکر عالمِ سفلی کی محبت کو الوداع کہا اور عالمِ بالا کی طرف متوجہ ہوگیا اور آہستہ آہستہ پرانی محبت (اللہ کا مشاہدہ) نے غلبہ کیا اور نئی پیدا شدہ دوستی (روح کے جسم سے تعلق) نے زوال کی راہ اختیار کی)۔ روح درجۂ کمال تک پہنچنے تک مندرجہ ذیل فنا کے مدارج طے کرتی ہے''

روح کی ترقی کے مدارج (فنا کے درجات)

مٹا دے اپنی ہستی کو اگر کچھ مرتبہ چاہے   کہ دانہ خاک میں مل کر گل وگلزار ہوتا ہے

۱) فنائے خلق:

جب کلمہ شریف لا الہ الا اللہ کے معنی کو سمجھ لیا جاتا ہے تو غیرِ حق سے نگاہ اور توجہ ہٹ جاتی ہے، خلق سے اُمید و بیم ختم کر کے حقیقی ربّ اللہ تعالیٰ سے اُمید باندھ لیتا ہے۔ اس کو فنائے خلق سے تعبیر کرتے ہیں۔ یعنی انسان کی توجہ اسباب سے ہٹ کر سببِ اسباب کی طرف پھر جائے۔

۲) فنائے ہوا:

جب مزید علم حاصل کرتا ہے۔ اور دنیا کی حقیقت کا علم ہو جاتا ہے کہ دنیا فانی اور ختم ہو جانے والی ہے، دنیا کی حرص و ہوس کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ صرف ذاتِ مولیٰ کی طرف راغب اور مائل ہو جاتا ہے۔ صرف ایک آرزو ذاتِ مولیٰ کی رضا اور محبت کا حصول رہ جاتا ہے۔ جیسے فنائے ہوا سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ فانی دنیا کی حرص و ہوس کا خاتمہ ہوتا جاتا ہے۔

۳) فنائے جسمی:

جب روح کو انبیاء علیہم السلام اور اُن کی تربیت کی برکات حاصل ہوتی ہیں تو روح جو کہ جسم (قالب) کی محبت میں اللہ تعالیٰ کو بھلا بیٹھی تھی تربیت کی پابندی اور ذکر کی برکات اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے عالمِ سفلی کی محبت کو خیر باد کہہ دیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی طرف دوستی اور محبت پیدا ہو جاتی ہے اور جب ایسا ہو جاتا ہے تو آہستہ آہستہ محبوبِ ظلمانی (جسمِ عنصری) سے تعلق اور محبت ختم ہونے لگتی ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ فنائے جسمی کے بارے میں لکھتے ہیں:

ہر کسے راکہ سعادت ازلی درکار گشت ورجوعِ قہقری نمودہ، وداعِ مودت عالم سفلی

کرد، وروئے بعالمِ علوی آورد، وساعۃً فساعۃً محبت قدیم غلبہ کرد، ودوستیِ حادث روئے بزوال آورد، تا آنکہ نسیانِ تام نسبت بایں محبوبِ ظلمانی میّسر شد، واثرے ازمحبت اونماند، ایں زمان فنائے جسدی متحقق گشت (۳۰)

ترجمہ: (جس کو سعادتِ ازلی حاصل ہوگئی اس نے الٹے پیروں واپس ہوکر عالمِ سفلی کی محبت کو الوداع کہا اور عالمِ بالا کی طرف متوجہ ہوگیا اور آہستہ آہستہ پرانی محبت نے غلبہ کیا اور نئی پیداشدہ دوستی نے زوال کی راہ اختیار کی، یہاں تک کہ اس محبوبِ ظلمانی (یعنی جسدِ عنصری) کے ساتھ مکمل نسیان میسر آگیا اور اس کی محبت کا کوئی اثر باقی نہیں رہا، اُس وقت فنائے جسدی (جسم) حاصل ہوگئی)۔

۴) فنائے روحی:

حضرت مجدّد الف ثانیؒ فنائے روحی کے بارے میں فرماتے ہیں:

بعد ازاں اگر بمحض فضلِ ایزدی جل سلطانہٗ ترقی ازاں مقام واقع شود، شروعے می افتد در نسیانِ وجود نفسِ روح وتوابع وجودیٔ او، وآناً فاناً ایں نسیان ازویادے پیدا می کند، تاآں کہ خود راہتمام منسی می گرداند، وجز شہود حضرت واجب الوجود جل جلالہٗ ہیچ نمی ماند، ایں نسیان معبّر بہ فنائے روحی است (۳۱)

ترجمہ: (اس کے بعد اگر محض فضلِ ایزدی جل سلطانہ کی بنا پر اس مقام سے ترقی حاصل ہوجائے تو آدمی خود روح کے وجود اور اس کے وجود کے توابع کو بھی بھولنا شروع کردیتا ہے اور آناً فاناً یہ بھول بھی بڑھتی ہی چلی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ آدمی اپنے آپ کو بالکلیہ بھُلا دیتا ہے اور بجز بارگاہِ واجب الوجود جل سلطانہٗ کے شہود کے اور کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔ اس نسیان کو فنائے روحی سے تعبیر کرتے ہیں)۔

۵) فنائے قلب:

اپنے سوا تمام موجودات کو بھول جانا فنائے قلب کہلاتا ہے۔ یعنی دنیا کی محبت دل سے دور ہوجائے یہاں تک کہ تکلیف کے ساتھ بھی یاد دلائیں تو بھی یاد نہ کرے۔ یعنی دنیا کی محبت اور رغبت کامل طور پر دل (قلب) میں نہ رہے۔ نہ دنیا کے آنے کی خوشی ہو نہ دنیا کے جانے کا غم۔ فنائے قلب کے بارے میں حضرت مجدّد الف ثانیؒ لکھتے ہیں:

پوشیدہ نماند کہ رفع خواطر از قلب بالکلیہ علامت نسیانِ اوست مرمادونِ حق را سبحانہ۔ زیرا کہ نفسِ خطرۂ عبارت از حصولِ شے است از اشیاء، وخطور آن

ست درخاطر ابتداءً وتذکراً، وحصول وخطور نفس عالم است، وچوں خطرہ بالکل منتفی شد تابحدے کہ اگر بتکلف بیارند نیاید، اگر یادش بدہند یادش نیاید، پس علم بالکلیہ زائل گشت، وزوالِ علم ہماں نسیان است کہ در فنا معتبر است(۳۲)

ترجمہ: (واضح رہے کہ خطرات کا قلب سے بالکلیہ اُٹھ جانا، اس کے ماسوائے حق سبحانہٗ کو بھول جانے کی علامت ہے۔ کیوں کہ خود خطرہ قلبی سے مراد دل میں کسی چیز کا حاصل ہونا اور اس چیز کا خیال دل میں گزرنا ہے خواہ ابتداء یعنی خود بخود وہ خیال آیا ہو، یا یاد کرنے سے آیا ہو۔ اور یہ کسی چیز کا دل میں آنا اور اس کے خیال کا دل میں گزرنا ہی علم ہے۔ کسی چیز کے خیال کا دل میں آنا جب بالکل ہی منتفی (مٹ) ہو جائے یعنی اس حد تک کہ اگر اسے بتکلف بھی لانا چاہیں تو نہ آئے اور اگر اسے یاد کرائیں تب بھی یاد نہ آئے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ علم بالکلیہ زائل ہو گیا)۔

۶) فنائے سر، خفی واخفیٰ: حضرت مجدد الف ثانیؒ لطائف کی فنا کے بارے میں فرماتے ہیں:

ومراتبِ سہ گانہ کہ فوقِ روح اند ہمین حال دارند کہ فنائے روح مستلزمِ فنائے آنہا نیست۔ آرے اگر در وقت ہبوطِ روح آں مراتب سہ گانہ کُلّاً اَوْ بَعْضاً موافقت روح در وقت ہبوط کردہ باشند، وغلبۂ محبت روح در آنہا سرایت کردہ باشد، وبمرتبۂ نسیانِ انفس ایشاں رسانیدہ بود می شاید کہ در وقت رجوعِ قہقری فناءِ نسبت بایشاں کُلّاً اَوْ بَعْضاً راہ یابد و دررنگ روح فانی گردند" (۳۳)

ترجمہ: "وہ تینوں مراتب جو رُوح سے اوپر ہیں، ان کا بھی یہی حال ہے کہ رُوح کے فنا ہو جانے سے ان کی فنا لازم نہیں آتی، البتہ اگر روح کے ہبوط (نیچے اُترنے) کے وقت ان تینوں مرتبوں نے بھی کلی طور پر یا جزوی طور پر روح کی موافقت میں اسی وقت ہبوط کیا ہو (نیچے اُتر آتے ہوں) اور روح کی محبت کا غلبہ ان میں بھی سرایت کر گیا ہو اور اپنی ذاتوں کے نسیان کے مرتبہ تک انھیں پہنچا دیا ہو، تو ہو سکتا ہے کہ واپس لوٹتے وقت ان تینوں کو بھی کلی یا جزوی طور پر فنا حاصل ہو جائے اور روح کی طرح وہ سب بھی فانی ہو جائیں"

۷) فنائے نفس: حضرت مجدد الف ثانیؒ فنائے نفس کے بارے میں فرماتے ہیں:

واما نفس، پس تزکیۂ او برسیدن سمت در مقامِ قلب بعد از ارتقاءِ قلب بمقام روح، اما ایں ضعیف می گوید کہ نسیانِ مذکور در مادۂ نفس نیز متحقق می شود، لیکن بعد از ارتقائے نفس از مقامِ قلب بمقامِ روح، پس نفس راہم فنا متحقق می شود، چنداں کہ قلب را ایں نفس است کہ بعد از حصولِ اطمینان رجوع بربّ خود کردہ است، واز مقامِ قلب بہ مقلّب قلب پیوستہ وراضی ومرضی گشتہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ درشانِ اومی فرماید: ''یا اَیَّتُہَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّۃُ ارْجِعِیْ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً (۳۴)

ترجمہ: ''رہ گیا نفس تو اس کا تزکیہ مقامِ قلب میں پہنچ جانے کے بعد ہوتا ہے۔ اور یہ اس کے بعد پیش آتا ہے جب قلب ترقی کر کے خود، مقامِ روح میں پہنچ جاتا ہے۔ یہ حقیر کہتا ہے کہ نسیانِ مذکور مادۂ نفس میں بھی حاصل ہوتا ہے لیکن نفس سے ترقی کر کے مقامِ قلب سے مقامِ روح میں پہنچ جانے کے بعد ہوتا ہے لہذا النفس کے لیے بھی فنا متحقق ہوتی ہے جیسی کہ قلب کو ہوتی ہے۔ یہ نفس ہی تو ہے جو حصولِ اطمینان کے بعد اپنے پروردگار کی طرف رجوع کرتا ہے اور مقامِ قلب سے مقلّبِ قلب (دل کو پھیرنے والے یعنی خدا تعالیٰ) کے ساتھ تعلق استوار کر کے راضی اور مرضی (پسندیدہ) بن جاتا ہے۔ حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے اسی کی شان میں فرمایا ہے: ''اے نفسِ مطمئنہ (اب تو) اپنے پروردگار کی طرف راضی اور پسندیدہ بن کر واپس آجا''

حضرت مولانا زوار حسین شاہؒ عمدۃ السلوک میں فنائے نفسی کی آسان الفاظ میں تشریح فرماتے ہوئے کہتے ہیں:

''نفس کے علم کو علمِ حضوری کہتے ہیں اور علمِ حضوری کا زائل ہونا نفس کے بھول جانے کو کہتے ہیں.........صاحبِ علم کے حق میں علمِ حضوری کے زائل ہونے کی علامات یہ ہیں کہ صاحبِ علم اپنی بالکل نفی کر دے اور اس کا کوئی عین و اثر نہ رہے.........یہ بات اولیاء اللہ ہی کو نصیب ہے لیکن علمِ حضوری کا مطلق طور پر دور ہونا بہت ہی مشکل ہے اور اولیاء میں سے کاملین کا حصہ ہے''۔ (۳۵)

۸) فنائے فعل:

حضرت مولانا زوار حسین شاہؒ عمدۃ السلوک میں فنائے فعل کے بارے میں فرماتے ہیں: ''جس کی ادنیٰ حالت یہ ہے کہ بندہ فاعل ہو اور حق تعالیٰ آلہ ہو۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں ہے'' ہمیشہ بندہ مجھ سے بذریعہ نوافل قرب حاصل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ میں اس کو چاہنے لگتا ہوں پس جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کے

کان ہو جاتا ہوں کہ وہ اس سے سنتا ہے اور میں اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں کہ وہ اس سے دیکھتا ہے اور میں اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں کہ وہ اس سے پکڑتا ہے اور میں اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں کہ وہ اس سے چلتا ہے۔ اور اس کی اعلیٰ حالت یہ ہے کہ: بندہ آلہ ہو اور حق تعالیٰ فاعل ہو۔ بمصداق وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى (اور نہیں پھینکا تو نے جب کہ پھینکا لیکن اللہ تعالیٰ نے پھینکا)۔(۳۶)

۹) فنائے ارادہ: حضرت مجددالف ثانیؒ فنائے ارادی کے متعلق فرماتے ہیں:

چوں طالب را بمحض فضلِ خداوندی جل سلطانہٗ ساحت سینۂ او از جمیع مرادات خالی شود، وخواستے غیر از حق سبحانہٗ او را نماند، دریں وقت آنچہ مقصود از آفرینش اوست میسر شدہ باشد، وحقیقت بندگی بجا آوردہ۔ بعد ازیں اگر خواہند کہ او را برائے تربیت ناقصان بازگردانند، از نزد خود ارادتے او را خواہند عطا فرمود، واختیارے خواہند داد، کہ در تصرفات قولی وفعلی مختار ومجاز باشد در رنگ عبدِ ماذون، دریں مقام کہ مقامِ تخلیق با خلاق اللہ است صاحب ارادہ ہر چہ خواہد برائے دیگراں خواہد خواست ومصالح دیگراں منظور خواہد داشت، نہ مصالح نفسِ خود (۳۷)

ترجمہ: (جب طالبِ حق کے سینہ کا میدان، محض فضل خداوندی جل سلطانہٗ سے تمام مرادوں اور آرزؤں سے خالی ہو جاتا ہے اور اُسے حق سبحانہٗ کے سوا کسی دوسری چیز کی طلب نہیں رہتی، تو اُس وقت اُسے وہ کچھ میسر آ جاتا ہے جو اس کی پیدائش سے مقصود تھا اور وہ بندگی کی حقیقت کو بجا لاتا ہے۔ اس کے بعد اگر قدرت کا منشاء ہوتا ہے تو اُسے ناقص لوگوں کی تربیت کے لیے (اس عالم کی طرف) واپس کر دیتے ہیں اور (حق تعالیٰ) اپنے پاس سے اُسے ایک ارادہ عنایت کرتے اور ایک اختیار عطا فرماتے ہیں کہ وہ قولی اور فعلی تصرفات میں مختار اور مجاز (اجازت یافتہ) ہو جاتا ہے، جیسا کہ ایک اذن یافتہ غلام (جسے اس کے آقا نے تصرفات کرنے کا حق عطا فرما دیا ہو) مختار اور اجازت یافتہ ہوتا ہے۔ اس مقام میں جو کہ خدائی اخلاق (اسماء الٰہی کا جذب تخلقوا باخلاق اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی صفتوں میں رنگے جاؤ) کے ساتھ آراستہ و پیراستہ ہو جانے کا مقام ہے، صاحب ارادہ جو کچھ چاہتا ہے دوسروں کے لئے چاہتا ہے اور دوسروں کی مصلحتیں ہی اس کے پیشِ نظر رہتی ہیں نہ کہ اپنے نفس کی مصلحتیں)۔ اس لیے کہ وہ ارادۂ الٰہی میں راضی ہو جاتا ہے۔

۱۰) فنائے اتم :حضرت مجدد الف ثانیؒ مکتوبات شریف میں فنائے اتم کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فنائے اَتم وقتے متحقق شود کہ زوالِ عَین واَثر از فانی حاصل گردد ونامے و نشانے ازوے نماند.......... بعد از زوالِ عَدَم از ممکن بر تقدیر فنا غیر از وجود چیزے دیگر دروے نمی ماند وبجز ثبوت و تحقُّق نصیب او نمی باشد کہ عَدَم بعَین واَثر ازوے منتفی گشتہ است قیام این عارف بذات واجب الوجود تعالیٰ دررنگ قیامِ صفات اوست تعالیٰ بذات او سُبحانہٗ بلکہ قیام او بمرتبہ است کہ آنجا از صفات ہیچ ملحوظ نیست ہر چند صِفات را از ذات تعالیٰ اِنفکاکے نیست لیکن قیامِ صفات ازلی واَبَدی وقدم دارد وقیامِ او اَزلی نیست وبداغِ حدوث مرآت بکلیّت برنگ صورت برآید اگر عارف را بعد از فنائے اَتم بقائے بآن ظہور پیدا شود اکمل تعینات ۔(۳۸)

ترجمہ:(فنائے اتم اُس وقت متحقق ہوتی ہے جب فانی سے عین واثر کا زوال ہو جائے اور اس کا نام و نشان تک باقی نہ رہے.......... ممکن سے عدم کے زوال کے بعد فنا کی صورت میں وجود کے علاوہ کوئی چیز اس میں باقی نہیں رہتی اور ثبوت و تحقیق کے سوا اس کے نصیب میں کچھ بھی نہیں رہتا کیوں کہ عدم اس سے مع عین واثر کے منتفی (دور) ہو چکا ہے۔لیکن یہ وہ وجوب وثبوت ہے جو ممکن کے لیے وہم وحس کے مرتبہ میں ثابت کیا گیا ہے اور آثار کو اس پر مرتب کیا ہے اور عدم کے زوال کے بعد حضرت وجوبِ تعالیٰ وتقدیس کے کمالات کا آئینہ بنا ہے.......... اور اس عارف کا قیام واجب الوجود تعالیٰ کی ذات کے ساتھ اس طرح ہو جاتا ہے جیسا کہ حق تعالیٰ سبحانہٗ کی صفات کا قیام اس کی ذات کے ساتھ ہے بلکہ اس کا قیام ایک ایسے مرتبہ میں ہے جہاں صفات میں سے کچھ بھی ملحوظ نہیں، اگر چہ صفات حق تعالیٰ کی ذات سے جدا نہیں ہیں لیکن صفات کا قیام ازلی اور ابدی ہے اور وہ قدیمی ہیں اور اس (عارف) کا قیام ازلی نہیں ہے بلکہ وہ حادث ہونے کے داغ سے داغدار ہے“

مندرجہ بالا فنا کے مقامات باطن (روح) کی ترقی کے ہیں۔ جیسے جیسے روح ترقی اور قربِ الٰہی میں جاتی ہے ویسے ویسے فنا کے مقامات حاصل کر کے ترقی کرتی جاتی ہے۔ اور ظاہر میں انسان کی ترقی پہلے درندگی، سے انسان، پھر مسلمان، مومن، صالحین، صدیقین اور شہداء جیسے مراتب کو حاصل کر کے قرب میں جاتی ہے ۔اور باطن کی ترقی فنا کے مندرجہ بالا مقامات کو طے کر کے حاصل کرتی ہے اور دنیا میں آنے کا مقصد بھی عبادت ہے اور عبادت اتنی کرنی ہے کہ ان

مقاماتِ فنا کے ذریعہ یقین کے تمام اعلیٰ مقامات کو موت آنے تک پالے۔

روح کا اگلا سفر اور موت کی حقیقت

.... **كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ ○ (۳۹)**

ترجمہ: ''ہر متنفس موت کا مزہ چکھنے والا ہے۔پھر تم ہماری طرف ہی لوٹ کر آؤ گے''

روح عالمِ خلق میں جب اپنا وقت پورا کر لیتی ہے اور عالمِ خلق (دنیا) کی مناسبت سے اُسے جو جسم (لباس) عطا کیا گیا تھا اگلا سفر اُس لباس کو چھوڑ کر کرنا ہے، لباس کو چھوڑنے کا نام موت (انتقال) رکھا گیا ہے۔ یہ وقت روح کے لیے بہت نازک ہوتا ہے۔ جب تک روح (جسم) میں قید ہے اُس وقت تک اعمالِ صالح کا موقع میسر ہے اور توبہ کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے انعام واکرام کو حاصل کر سکتی ہے ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

الا من تاب وامن و عمل عملاً صالحا فاولٓئک یبدل اللّٰہ سیاتھم حسنت ط وکان اللّٰہ غفورا رحیما ○ (۴۰)

ترجمہ: ''مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے کام کیے تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ تو بخشنے والا مہربان ہے''

یہ عظیم آفر اور موقع ہر روح کے لیے اللہ تعالیٰ نے دیا جس نے اسے قبول کیا وہ کامیاب ہو گیا اور جس نے قرآن وسنت سے روگردانی اختیار کی وہ نفس پرستی (یعنی گناہ، غفلت، ذاتی مفادات) جیسے رزائل میں مبتلا ہو کر عالمِ خلق کی آلائشوں ہی میں پھنس کر ناکام ونامراد ہوا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قد افلح من زکھا ○ وقد خاب من دسھا ○ (۴۱)

ترجمہ: ''جس نے اپنی روح کو پاک رکھا وہ مراد کو پہنچا۔ اور جس نے خاک میں ملایا وہ خسارے میں رہا''

حضرت خواجہ حسن مجذوبؒ، کشکولِ مجذوب میں انسانوں کو غفلت سے بیدار کرنے کے لیے فرماتے ہیں:

تو برائے بندگی ہے یاد رکھ	ورنہ پھر شرمندگی ہے یاد رکھ
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے	کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے
تو نے منصب بھی اگر پایا تو کیا	قصرِ عالی شان بھی بنوایا تو کیا
کیسے کیسے گھر اُجاڑے موت نے	کھیل کتنوں کے بگاڑے موت نے
ہو رہی ہے عُمر مِثلِ برف کم	چپکے چپکے، رفتہ رفتہ، دَم بدم
ہے یہاں سے تجھ کو جانا ایک دن	قبر میں ہو گا ٹھکانہ ایک دِن
مُنہ خدا کو ہے دکھانا ایک دِن	اب نہ غفلت میں گنوانا ایک دِن

آخرت کی فکر کرنی ہے ضرور — جیسی کرنی ویسی بھرنی ہے ضرور
عمر یہ ایک دن گزرنی ہے ضرور — قبر میں میت اُترنی ہے ضرور
آنے والی کس سے ٹالی جائے گی — جان ٹھہری جانے والی جائے گی
روح رگ رگ سے نکالی جائے گی — تجھ پہ ایک دن خاک ڈالی جائے گی
حلق پر ہے موت کے خنجر کی دھار — کر بس اب اپنے کو مُردوں میں شُمار
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے — کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے(۴۲)

یہ وقت غافلوں کے لئے بہت ہی سخت اور اذیت ناک ہوتا ہے۔ اور اہل ذکر کے لیے رحمت اور مسرت کا لمحہ ہوتا ہے کہ وہ خوشی خوشی اپنے محبوب سے ملاقات کے لئے روانہ ہوتے ہیں اس لئے کہ انھوں نے پوری زندگی اسی انتظار میں گزاری ہوتی ہے انھیں نہ خوف ہوتا ہے اور نہ غم۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

الا ان اولیآء اللّٰہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنونo (۴۳)

ترجمہ: ''سن رکھ کہ جو اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں ان کو نہ کچھ خوف ہوگا اور نہ وہ غم ناک ہوں گے''

اور جب سکراتِ موت طاری ہوتا ہے تو روح کو کامل یقین ہو جاتا ہے کہ اب وقت ختم ہو چکا اُسی لمحے پوری توجہ فانی دنیا کی طرف سے ہٹ کر اللہ تعالیٰ کی طرف پھر جاتی ہے اور پھر ایک ہی توجہ سے سارے حجابات قطع ہو جاتے ہیں اور اُس لمحے دنیا کی حقیقت (آخرت کا دیکھائی دنیا) آشکارہ ہو جاتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وجآء ت سکرۃ الموت بالحق ط ذالک ما کنت منہ تحیدo (۴۴)

ترجمہ: ''اور موت کی بے ہوشی حقیقت کھولنے کو طاری ہوگئی یہی (وہ حالت ہے) جس سے تو بھاگتا تھا''

اسی لیے بعض اہل اللہ کسی مقام پر رک جاتے ہیں اور حجابات کو دور نہیں کر پاتے تو بعض اوقات مصائب، آلام، پریشانیاں اور بیماریاں رحمت بن کر آتی ہیں، جس پر کہ وہ صبر کرتے ہیں جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے ان اللّٰہ مع الصٰبرین (اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے) یعنی مصیبت پر صبر کرنے سے حجاباتِ باطن دور ہو کر قربِ الٰہی کے مراتب عطا ہوتے ہیں یعنی جو حجابات اللہ اور بندہ کے درمیان حائل ہوتے ہیں یک لخت قطع ہو جاتے ہیں پھر مزید ترقی اور عروج حاصل ہوتا ہے۔ وہی لمحے حسرت کے ہوں گے، اللہ یاد آئے گا، حضور انور ﷺ کی نعمتیں یاد آئیں گی۔

جس منصب کے حصول کے لیے کسی کا حق مارا، چاپلوسی کی، ایمان کو بیچا کچھ کام نہ آئے گا۔ جس محل کے لیے خدا کو ناراض کیا، سب دبدبہ، تکبر، فخر، کفن میں چھپ جائے گا۔ حرص و ہوس، لالچ، مکّاری و عیاری اب کچھ کام نہ آئے گی۔ عمر ڈھل رہی تھی ہوس بڑھ رہی تھی اب وہ ہوس اُدھوری رہ جائے گی۔ سکراتِ موت کے وقت ہاتھ پیر خوف سے ڈھیلے ہو جائیں گے، نہ منصب کام آئے گا، نہ عالی شان محل، نہ بیوی، نہ بچے، نہ مکاری، نہ عیاری، دھوکے بازی، رشوت سب

دھرا کا دھرارہ جائے گا۔

وما الحیوٰۃ الدنیا الّا متاع الغرور.

ترجمہ: (اور دنیا کی زندگی تو دھوکے کا سامان ہے) جنھیں یہ مکار بیوقوف سمجھتے تھے وہ یاد آئیں گے، جنھیں یہ بدھو سمجھتے تھے ان کی باتیں یاد آئیں گی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

واذا قیل لھم امنوا کما امن الناس قالوا انؤمن کما امن السفھاءُ ط الا انھم ھم السفھاءُ ولکن لا یعلمونo (۴۵)

ترجمہ: (اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ جس طرح اور لوگ ایمان لے آئے ہیں اسی طرح تم بھی ایمان لے آؤ تو کہتے ہیں بھلا جس طرح بیوقوف ایمان لے آئے ہیں ہم بھی ایمان لے آئیں سُن لو کہ یہی بیوقوف ہیں لیکن نہیں جانتے)۔ سکراتِ موت کے وقت دنیا پرستوں کو اپنی عیاریاں خوب اچھی طرح سمجھ میں آجائیں گی "دنیا میں ایسے رہو جیسے مسافر" کا مفہوم اچھی طرح سمجھ میں آجائے گا۔

حاسبوا انفسکم قبل ان تحاسبوا.

ترجمہ: (اپنا محاسبہ کرو قبل اس کے تمھارا حساب لیا جائے) کے معنی بھی آشکارہ ہوجائیں گے۔ مُوتُوا قَبلَ اَنْ تَمُوتُوا۔ ترجمہ: (اپنے مرنے سے پہلے مرجاؤ) کے معنی کھلنے لگیں گے)۔ جو کچھ فانی دنیا کے منصب، دولت، جائیداد، تکبر، فخر، کمایا تھا کچھ کام نہ آئے گا۔ سب کچھ دے کر بھی واپسی ممکن نہ ہوگی کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ولکل اُمۃ اجل فاذا جآءَ اَجَلُھُم لا یستاخرون ساعۃ ولا یستقدمون o (۴۶)

ترجمہ: (ہر ایک گروہ کے لیے (موت کا) ایک وقت مقرر ہے۔ جب وہ آجاتا ہے تو نہ ایک گھڑی دیر کر سکتے ہیں نہ جلدی)

لیکن مومن صالحین جس نے پوری زندگی اللہ تعالیٰ کی بندگی اور حضور انور ﷺ کی پیروی میں گزاری اور زندگی ہی میں حق الیقین کی کیفیت حاصل کرلی ایسی روح اپنے رب سے ملنے کے لیے تڑپتی ہے اور بے چین رہتی ہے جس طرح پرندہ پنجرے میں اپنے کو قید سمجھتا ہے مومن صالحین کی روح بھی اپنے کو جسم میں قید سمجھتی ہے، اللہ تعالیٰ سے ملاقات اور فراق میں تڑپتی رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت وکشش کو حاصل کرچکی ہوتی ہے کہ اُسے فانی دنیا بری لگتی ہے۔ یہی اصلی محبت اور ربّ سے ملاقات کی کشش کام آتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

الذین تتوفھم الملٰئکۃ طیبین یقولون سلم علیکم ادخلوا الجنۃ بما کنتم

تعملون O(۴۷)

ترجمہ: (جب فرشتے ان کی جانیں نکالنے لگتے ہیں اور یہ پاک ہوتے ہیں تو سلام علیکم کہتے ہیں۔ جو عمل تم کیا کرتے تھے ان کے بدلے بہشت میں داخل ہو جاؤ)۔

روح کا اگلا سفر عالم خلق (دنیا) سے عالمِ آخرت (برزخ) کی طرف

دنیا میں روحوں کے دو گروہ بن گئے تھے۔ جن روحوں نے اللہ کے احکام اور رسول ﷺ کے پیغام کو قبول نہیں کیا نفس کی غلامی میں زندگی گزاری اُن کا شمار حزب الشیطن میں ہوا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

استحوذ علیهم الشیطن فانسهم ذکر الله ط أُولِئک حزب الشیطن ط الا ان حزب الشیطن هم الخسرون O (۴۸)

ترجمہ: شیطان نے ان کو قابو میں کر لیا ہے اور اللہ کی یاد ان کو بھلا دی ہے۔ یہ (جماعت) شیطان کا لشکر ہے اور سن رکھو کہ شیطان کا لشکر نقصان اٹھانے والا ہے)۔

حزب الشیطان کی روح نکلنے کی کیفیت اور قید خانہ مقام سجین

آپ ﷺ فرماتے ہیں:

قال: وان العبد الکافر اذا کان فی انقطاع من الدنیا ، واقبال من الآخرة، / نزل الیه من السماء ملائکته سود الوجوه ، معهم المسوح ، فیجلسون منه مد البصر، ثم یجیء ملک الموت حتی یجلس عند رأسه ، فیقول : أیتها النفس الخبیثة ، أخرجی الی سخط من اللّٰه وغضب ، قال: فتفرق فی جسده ، فیتنزعها کما نیتزع السفود من الصوف المبلول ، فیأخذها ، فاذا أخذها لم یدعوها فی یده طرفة عین ، حتی یجعلوها فی تلک المسوح ، ویخرج منها کانتن ریح جیفة وجدت علی وجه الأرض ، فیصعدون بها ، فلا یمرون بها علی ملأ من الملائکة الا قالوا: ما هذا الروح الخبیث؟ فیقولون: فلان بن فلان، بأقبح أسمائه التی کان یسمی بها فی الدنیا ، حتی ینتهی به الی السماء الدنیا، فیستفتح له فلا یفتح له ، ثم قرأ رسول الله ﷺ ﴿لا تفتح لهم أبواب السماء ولا یدخلون الجنة حتی یلج الجملة فی سم الخیاط﴾(۴۹)

ترجمہ: جب کافر کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو فرشتے آتے ہیں جن کا رنگ سیاہ ہوتا ہے اور ان کے

پاس ٹاٹ ہوتا ہے۔ پھر ملک الموت آتے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں:- اے خبیث روح خدا کے غصّے اور عذاب کے طرف نکل۔ اس حکم کو سُن کر روح جسم (لباس) میں پھیل جاتی ہے پھر اس طرح روح نکالتے ہیں جس طرح لوہے کی گرم سیخ کو پانی سے بھیگے ہوئے اون میں رکھ کر کھینچا جائے پھر اس روح کو فرشتے ٹاٹ میں لپیٹ کر لے جاتے ہیں اور اس سے ایسی بدبو نکلتی ہے جیسے کسی سڑی ہوئی مردار میں سے نکلا کرتی ہے۔ فرشتوں کی جس جماعت پر یہ فرشتے گزرتے ہیں اس روح کی خباثت کا اظہار کرتے ہیں۔ اور اس کا دنیا میں جو بدترین نام تھا اُس سے، اِس کا تعارف کراتے ہیں۔ جب آسمان کا دروازہ کھلواتے ہیں تو دروازہ نہیں کھولا جاتا۔ نبی کریم ﷺ نے اس موقع پر یہ آیت پڑھی۔

﴿لاتفتح لهم أبواب السماء ولا يدخلون الجنة حتى يلج الجمل فى سم الخياط﴾

(یعنی آسمانوں کے دروازے کافروں کے لیے کھولے نہیں جائیں گے اور جنت میں داخل ہونا تو ان کا ایسا ناممکن ہے جیسا کسی اونٹ کا سوئی کے ناکے میں سے نکل جانا)۔ ان کا ٹھکانہ مقام سجین ہوگا۔

مومن روح کی جسم (لباس) چھوڑنے کی کیفیت اور مقامِ علیین

قال: ان العبد مؤمن اذا كان فى انقطاع من الدنيا واقبال من الآخرة نزل اليه ملائكته من السماء، بيض الوجوه، كان وجوههم الشمس، معهم كفن من أكفان الجنة، وحنوط من حنوط الجنة، حتى يجلسوا منه مد البصر، ثم يجيء ملك الموت عليه السلام، حتى يجلس عند رأسه فيقول: أيتها النفس الطيبة أخرجي الى مغفرة من الله ورضوان، قال: فتخرج تسيل كما تسيل القطرة من فى السقاء (۵۰)

ترجمہ: (جب بندہ مومن دنیا سے علیحدہ ہوتا ہے اور آخرت کی جانب متوجہ ہوتا ہے یعنی مومن کی موت کے وقت اس کے پاس آسمان سے نورانی فرشتے آتے ہیں گویا ان کے چہروں کے ساتھ آفتاب ہے۔ ان کے ہمراہ جنت کا کفن اور جنت کی خوشبوئیں ہوتی ہیں یہ فرشتے اس کی نگاہ کے سامنے بیٹھ جاتے ہیں پھر ملک الموت علیہ السلام آتے ہیں اور بندہ مومن کے سر کی جانب بیٹھتے ہیں اور فرماتے ہیں اے اطمینان والی روح اللہ تعالیٰ کی مغفرت اور رضا مندی کی طرف نکل پس روح اس طرح نکل آتی ہے جس طرح مشک میں سے پانی کے قطرے نکل آتے ہیں)

جن روحوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کے احکامات اور آپ ﷺ کی پیروی میں زندگی گزاری اُن کا جینا، مرنا سب

اللہ تعالیٰ کے لیے تھا ایسی روحیں جب لباس (جسم) کو چھوڑتی ہیں تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے شہادت کا اعلیٰ درجہ دے کر روحوں کو اوران کے جسموں کو بھی زندہ کر دیتا ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللّٰہ اموات ط بل احیاء ولکن لا تشعرونo(۵۱)

ترجمہ: (اور جولوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے جائیں ان کی نسبت یہ نہ کہنا کہ وہ مرے ہوئے ہیں بلکہ زندہ ہیں لیکن تم نہیں جانتے)

اور بعض روحوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے رجالِ غیب کی فوجوں میں شامل کر لیتا ہے اور وقت ضرورت دنیا میں مدد کے لیے بھی بھیجے جاتے ہیں۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فانزل اللّٰہ سکینتہٗ علیہ و ایدہٗ بجنود لم تروھاo (۵۲)

ترجمہ: ''سو نازل کیا اللہ نے سکونِ قلب اُس پر اور مدد کی اُس کی ایسے لشکروں سے جو نظر نہیں آتے تھے''

سورہ احزاب میں بھی ایسے لشکروں کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فارسلنا علیھم ریحا وجنودا لم تروھاo (۵۳)

ترجمہ: (تو ہم نے ان پر ہوا بھیجی اور ایسے لشکر (نازل کیے) جن کو تم دیکھ نہیں سکتے تھے)۔یعنی اللہ تعالیٰ دنیا میں فرشتوں، ارواح طیبہ یا رجال الغیب کے ذریعہ اپنے دوستوں کی مدد بھی کیا کرتا ہے۔

روح کا اگلا سفر میدان حشر میں

ارشادِ باری تعالیٰ ہے

ومن ورآئھم برزخ الٰی یوم یبعثونo (۵۴)

ترجمہ: (اور ان کے پیچھے برزخ ہے (جہاں وہ) اس دن تک کہ (دوبارہ) اُٹھائے جائیں گے (رہیں گے)

عالمِ برزخ میں حزب اللہ کی روح اور حزب الشیطان کی روح کے الگ الگ مقامات ہیں حزب اللہ میں شامل ارواح مقامِ علیین میں قیام کرتی ہیں۔ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

کلا ان کتب الابرار لفی علیین o وما ادرک ما علیون o کتب مرقوم o یشھدہ المقربون o ان الابرار لفی نعیمo (۵۵)

ترجمہ: (سن رکھو نیک لوگوں کے اعمال علیین میں ہیں۔اور تم کو کیا معلوم علیین کیا چیز ہے۔ایک دفتر

ہے لکھا ہوا۔ جس کے پاس قرب رکھنے والے (فرشتے) حاضر رہتے ہیں۔ بے شک نیک لوگ چین (خوشی) میں ہوں گے)

حزب الشیطان کے گروہ کی ارواح عالمِ سجین میں قیام کریں گی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

کلا ان کتب الفجار لفی سجین o وما ادرک ما سجین o کتب مرقوم o ویل یومئذ للمکذبین o (۵۶)

ترجمہ: (سن رکھو کہ بدکاروں کے اعمال سجین میں ہیں۔ اور تم کیا جانتے ہو کہ سجین کیا چیز ہے۔ ایک دفتر ہے لکھا ہوا اس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے)

روح کا سفر میدان حشر کی طرف : ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وکلهم اتیه یوم القیمة فردا o (۵۷)

ترجمہ: (اور سب قیامت کے دن اس کے سامنے اکیلے اکیلے حاضر ہوں گے)

قل اللّٰه یحییکم ثم یمیتکم ثم یجمعکم الی یوم القیمة لا ریب فیه ولکن اکثر الناس لا یعلمون o (۵۸)

ترجمہ: (کہہ دیجیے کہ اللہ ہی تم کو جان بخشتا ہے پھر (وہی) تم کو موت دیتا ہے پھر تم کو قیامت کے روز کہ جس (کے آنے) میں کچھ شک نہیں تم کو جمع کرے گا لیکن بہت سے لوگ نہیں جانتے)

جب عالم خلق (زمین) میں ایک بھی اللہ اللہ کرنے والا نہ ہوگا تب قیامت قائم ہو جائے گی روز قیامت صور پھونکا جائے گا اور سوائے اللہ تعالیٰ کے ہر چیز فنا ہو جائے گی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

کل شیءٍ ھالک الا وجھہٗ o (۵۹)

ترجمہ: (سب چیزیں فنا ہونے والی ہیں بجز اس کی ذات کے)۔ قیامت قائم ہونے کے ۴۰ برس کے بعد دوبارہ صور پھونکا جائے گا اور ہر چیز دوبارہ موجود ہو جائے گی۔

میدانِ حشر کا سفر اور کیفیت

سب سے پہلے ہمارے نبی پاک ﷺ قبر مبارک سے اس طرح تشریف لائیں گے کہ آپ ﷺ کے داہنے ہاتھ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ ہوگا اور بائیں ہاتھ میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ہاتھ ہوگا۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام پھر صدیقین، شہداء، صالحین اور مومنین اٹھیں گے ....کوئی پیدل کوئی سوار میدان حشر میں جائیں گے............کافر منہ کے بل چلتا ہوا میدان حشر پہنچے گا............ یہ

میدان حشر ملک شام کی سرزمین پر قائم ہوگا.............میدانِ حشر میں زبانیں سوکھ کر کانٹا ہوجائیں گی اور بعضوں کی زبانیں منہ سے باہر نکل آئیں گی دل اُبل کر گلے میں آجائیں گے ہر مبتلا بقدر گناہ تکلیف میں مبتلا ہوگا.............پھر سب کو نامۂ اعمال دیے جائیں گے نامۂ اعمال مومنوں کو سامنے سے دائیں ہاتھ اور کافروں کو پیچھے سے بائیں ہاتھ میں ملیں گے جس کی نیکیوں کا پلّہ بھاری ہوگا وہ جنت میں جائے گا اور جس کا پلّہ ہلکا ہوگا وہ دوزخ میں جائے گا۔ اور جس کے دونوں پلے برابر ہوں گے وہ کچھ مدت اعراف میں رہے گا پھر اللہ تعالیٰ کی رحمت سے جنت میں جائے گا۔(۶۰) ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فاما من ثقلت موازینهٗ o فهو فی عیشة راضیة o واما من خفت موازینهٗ o فامهٗ هاویةo وما ادرٰک ماهیة o نار حامیةo (۶۱)

ترجمہ: (پھر جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا وہ تو خاطر خواہ آرام میں ہوگا اور جس کا پلہ ہلکا ہوگا اس کا ٹھکانہ ہاویہ ہوگا اور آپ کو معلوم ہے کہ وہ کیا چیز ہے ایک دہکتی ہوئی آگ ہے)۔

پل صراط کا سفر اور کیفیت:

جنت میں جانے کے لیے اس دوزخ پر ایک پل ہوگا جو کہ بال سے زیادہ باریک، تلوار سے زیادہ تیز اور رات سے زیادہ کالا ہوگا اس پر اندھیرا ہوگا سوائے ایمان کی روشنی کے اور روشنی نہ ہوگی اس کی سات گھاٹیاں ہیں اور ہر ایک گھاٹی تین تین ہزار کوس کی ہے سب کو اس پر چلنے کا حکم ہوگا۔ مومن سب گزر جائیں گے بعض تو اس پر سے بجلی کی مانند گزر جائیں گے اور بعض تیز ہوا کی مانند بعض پرند جانوروں کی مانند بعض تیز گھوڑے کی مانند، بعض تیز اونٹ کی مانند جلد گزر جائیں گے بعض جیسے تیز آدمی دوڑتا ہے بعض تیز چلنے والے پیدل کی مانند بعض عورتوں کی طرح آہستہ آہستہ بعض سرین پر گھسٹتے ہوئے چلیں گے اور کوئی چیونٹی کی چال چلے گا۔ کفار اور منافقین سب کٹ کٹ کر دوزخ میں گر جائیں گے۔(ف) شریعت اُس عالم میں پل صراط کی صورت میں ظاہر ہوگی پس جتنا جس کو اس دنیا میں شریعت پر چلنا آسان تھا اُتنا ہی اس کو آخرت میں اُس پل صراط پر چلنا آسان ہوجائے گا(۶۲)

میدانِ حشر کے بعد ارواح کا سفر دوزخ اور جنت کی طرف

حزب الشیطان کے ٹھکانے کے بارے میں حضرت مولانا زوار حسین شاہؒ دوزخ کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں: یہ ایک مکان ہے اُس قہار و جبار کے جلال وقہر کا ایک مظہر ہے اور اس کے قہر وغضب کی کوئی حد نہیں کہ ہر تکلیف جس کا تصور کیا جاسکتا ہے اس کے لیے بے انتہا عذاب کا ادنیٰ ساحصہ ہے۔ پس دوزخ کا عذاب بے انتہا درجہ کا ہے۔ دوزخ کے سات طبقے ہیں: (۱) جہنّم (۲) لظیٰ (۳) حطمہ (۴) سقر (۵) سعیر (۶) جحیم (۷) ہاویہ۔ ان ساتوں طبقوں میں کم

وبیش اور مختلف قسم کا عذاب ہے۔ ہر قوم (کافر، منافقین اور گناہگار) اپنے اپنے جرم کے مطابق الگ الگ طبقوں میں داخل کیے جائیں گے۔

نیک ارواح کا سفر جنت کی طرف ہوگا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وبشر الذین امنوا وعملوا الصلحت ان لهم جنٰت تجری من تحتها الانهرo (۶۳)

ترجمہ: (اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان کو خوش خبری سنا دو کہ ان کے لیے جنت کے باغ ہیں جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں)۔ بہشت کے آٹھ درجے ہیں جس کا ہر درجہ دوسرے سے اعلیٰ ہے۔ ہر مومن اپنے مرتبہ کے موافق حاصل کرے گا۔

(۱) **دار الخلد:** یہ عام لوگوں کے واسطے ہے اس کی بنیاد خالص چاندی کی ہے۔

(۲) **دار السلام:** جو فقیروں اور صابروں کا مقام ہے، یہ تمام سرخ یاقوت کا بنا ہوا ہے۔

(۳) **دار المقام:** جو مالدار شکرگزاروں کا مقام ہے یہ سونے کا بنا ہوا ہے۔

(۴) **عدن:** یہ عابدوں، زاہدوں، نمازیوں، اماموں اور اہل سخاوت کے لیے بنایا گیا ہے اور سبز زمرد کا بنا ہوا ہے۔

(۵) **دار القرار:** مروارید سے بنایا گیا ہے جس میں حافظ اور عالم قیام کریں گے۔

(۶) **جنت النعیم:** یہ لعل وزمرد سے بنا ہوا ہے جو شہیدوں اور مؤذنوں کے لیے ہے۔

(۷) **جنت الماویٰ:** جو شہدائے اکبر، محسنین اور اولیائے کرام کا مقام ہے۔

(۸) **جنت الفردوس:** جو نبیوں، رسولوں اور علمائے عاملین کی جگہ ہے۔

فردوس بریں کے اوپر غرفہ نور ہے یہ مقام آں حضرت ﷺ کے لیے ہے۔ نیز مقام محمود اور وسیلہ جنت کا خاص درجہ بھی رسول اکرم ﷺ کو عطا ہوگا۔ پھر ان ہشت درجات میں بھی بیشمار مدارج ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ جنت کے سو درجے ہیں ہر دو درجوں میں وہ مسافت ہے جو آسمان وزمین کے درمیان ہے.................جنت کا سب سے عظیم تحفہ لقائے باری تعالیٰ ہوگا۔

لقائے باری تعالیٰ:

جنتی (دیدار الٰہی) سے مشرف ہوں گے اور اُس وقت حمدِ باری تعالیٰ پڑھیں گے۔ جنت کی تمام نعمتیں فراموش ہو جائیں گی اور پھر ہوش میں آجائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کا دیدار ایسا صاف ہوگا جیسے آفتاب اور چودھویں رات کے چاند کو ہر ایک اپنی اپنی جگہ سے دیکھتا ہے کہ ایک کا دیکھنا دوسرے کے مانع نہیں اور اللہ عزّ وجلّ ہر ایک پر تجلّی فرمائے گا.........سب پر ابر چھا جائے گا اور ان پر خوشبو برسائے گا کہ اس جیسی خوشبو ان لوگوں نے کبھی نہ پائی تھی۔ عام مومنین کو اللہ تعالیٰ کا دیدار

ہر ہفتہ میں جمعہ کے دن ہوا کرے گا اور خاص مومنوں کو ہر روز ۲ بار فجر اور عصر کے وقت اور خاص الخاص مومنوں کو ہر وقت اور ہر گھڑی یہ نعمتِ عظمیٰ حاصل ہوگی۔ اور جنت میں دیدارِ باری تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی نعمت نہ ہوگی۔'' (۶۴)

روح کا آخری اور نہ ختم ہونے والا سفر، سفر الی اللہ ہے: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

تعرج الملئكة والروح اليه في يوم كان مقدارهٗ خمسين الف سنةo (۶۵)

ترجمہ: (فرشتے اور روح چڑھتے ہیں اس (خدا تعالیٰ) کی طرف اس دِن میں کہ جس کا اندازہ پچاس ہزار سال کا ہے)۔ جن ارواح نے اپنے مقصدِ حیات کو اللہ تعالیٰ کی رضا اور محبت کے علاوہ کچھ اور نہ رکھا۔ دنیا میں تزکیہ، تصفیہ اور تجلی روح حاصل ہوئی پھر انھیں جنت کی طرف بھی التفات نہ ہوگا بلکہ ذاتِ باری تعالیٰ کی طرف توجہ پھر جائے گی۔ ذات لامحدود ہے اُس کی طرف کشش اور سیر بھی لامحدود ہے۔ جن ارواح کا مقصود ذاتِ حق تھا تو اُن کا آخری سفر بھی ذات حق رب الارباب ہی کی طرف رواں دواں ہوگا۔ ذاتِ باری تعالیٰ لامحدود اُس کی کشش اور اُس کی طرف سفر بھی لامحدود۔ ذاتِ باری تعالیٰ کی کشش اور توجہ ان کی طرف اور ان کی توجہ ذاتِ الٰہی کی طرف دائمی رہے گی۔ عالمِ بالا، زماں و مکاں کی قید سے آزاد ہے یہ قید تو عالمِ ناسوت میں ہے۔ وہاں پر مادہ نہیں ہے وہاں کا سفر حدِ نگاہ کی کسوٹی پر ہوتا ہے دنیا کا ۵۰ ہزار سال کا سفر وہاں کا ایک دن کا اندازہ ہوگا۔ ہر شخص کا عروج ایک خاص مقام تک ہوتا ہے، جو اس کا مبداءِ تعین ہوتا ہے۔

يحبهم ويحبونه ترجمہ: (اللہ تعالیٰ اُن کو دوست رکھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو دوست رکھتے ہیں)

اختتامیہ

اس تحقیق سے یہ بات واضح ہوئی کہ انسان ظاہر میں سات درجوں کو حاصل کرتا ہے۔ جو حیوان سے انسان، مسلمان، مومن، صالحین، صدیق، شہداء کے مقامات ہیں اور باطن کی ترقی یعنی روح کی ترقی (قرب الٰہی کو) فنا سے تعبیر کرتے ہیں انسانی روح کی ترقی کے دس مقامات ہیں اوّل فنائے خلق، فنائے ہوا، فنائے جسمی، فنائے روحی، فنائے قلب (فنائے سر، خفی، اخفی) فنائے نفس، فنائے فعل، فنائے ارادہ، اور آخری فناء، فنائے اتم ہے، اگر انسان کامل اور اشرف ہونا چاہتا ہو تو ظاہر میں مقام صالحین کو حاصل کرنا ہوگا اور باطن میں فنائے نفسی (یعنی نفسِ مطمئنہ) کو حاصل کرنا پڑے گا۔ باقی عروج، مقاماتِ زائدہ میں سے ہیں جو کہ کمالات پیدا کرتے ہیں۔ لیکن یہ سب ظاہر اور باطن (روح) کی ترقیاں سب کی سب حجابات قطع کرنے پر موقوف ہیں۔ جو کہ چار بڑے حجابات قطع کرنے کے ساتھ ساتھ حاصل ہوتی ہیں اوّل ظلمانی حجاب، دوئم نورانی حجاب، سوئم حجاب کیفی، چہارم حجاب جسم ....اسی لیے دنیا کو قرآن پاک میں کھیل تماشہ کہا گیا ہے۔ اور دنیا ایک دھوکہ ہے دھوکہ سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے۔ روح اوّل عالم امر میں قیام کرتی ہے حکم ربّی سے عالم امر سے روانہ ہوتی ہے اور ہبوط ہو کر کے عالم خلق (مادی تاریک جسم) میں قید ہو کر پیدائش کے ذریعے نمودار ہوتی ہے عالم خلق (دنیا میں) مقررہ مدت (زندگی) پوری کر کے جسم کو خیر باد کہہ دیتی ہے اور پھر روح اپنا اگلا سفر عالم برزخ کی طرف کرتی ہے جہاں بری ارواح سجین میں قید کی جاتی ہیں اور نیک ارواح علیین میں رہتی ہیں پھر ایک مدت کے بعد جب قیامت برپا ہوگی تو تمام ارواح میدانِ حشر میں جمع ہوں گی انھیں اعمالِ بد اور اعمالِ نیک کے مطابق نتیجہ دیا جائے گا اور اُس کے بعد پل صراط پر سے گزارا جائے گا جو مجرم ہوگا پل صراط پر سے گزر نہ سکے گا دوزخ میں گر جائے گا اور جنھوں نے دنیا میں نیک کام کیے ہوں گے وہ پل صراط پر سے بجلی کی طرح گزر کر جنت میں داخل ہوں گے جنت اور دوزخ کے بھی سات درجہ ہیں جو اعمال کے مطابق تقسیم ہوں گے۔ جنت کا سب سے بڑا انعام لقائے باری تعالیٰ ہوگا۔ جن ارواح کا مقصود ذاتِ باری تعالیٰ ہوگا جسم چھوڑنے کے بعد وہ سیر الی اللہ کی طرف رواں دواں ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو نیک ہدایت عطا فرمائے، اپنی رضا، اپنی محبت اور اپنی معرفت عطا فرمائے۔ (آمین)

''سلامتی ہو اُس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ حضرت محمد مصطفی ﷺ کی پیروی کو لازم جانے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کی آل پر درود و سلام نازل ہوں۔''

☆☆☆

حوالہ جات

(۱) القرآن ۱۷ : ۸۵

(۲) القرآن ۳۶ : ۸۲

(۳) القرآن ۲۳ : ۱۰۰

(۴) مکتوبات امامِ ربانی۔حضرت مجدّ دالف ثانی" ۔۳۷۰ گارڈن ایسٹ کراچی ۔۱۳۳۱ھ۔جلد۲۔دفتر سوم۔مکتوب ۳۱۔صفحہ نمبر ۷۶۔

(۵) معارفِ لدنیہ۔حضرت مجدّ دالف ثانی" ۔ادارہ مجددیہ۔۱۹۶۹ء۔صفحہ نمبر ۵۰

(۶) صحیح مسلم ۔دارالمغنی للنشر والتوزیع ۔بیروت ۔۱۹۹۸ء۔حدیث نمبر ۲۶۳۸۔صفحہ نمبر ۱۴۱۸

(۷) معارفِ لدنیہ۔حضرت مجدّ دالف ثانی" ۔ادارہ مجددیہ۔۱۹۶۹ء۔صفحہ نمبر ۵۰

(۸) ایضاً ۔صفحہ نمبر ۵۰-۵۱

(۹) القرآن ۵۱ : ۵۶

(۱۰) القرآن ۱۵ : ۹۹

(۱۱) القرآن ۱۵ : ۹۹

(۱۲) معارفِ لدنیہ۔حضرت مجدّ دالف ثانی" ۔ادارہ مجدّ دیہ۔کراچی ۔۱۹۶۹ء۔صفحہ نمبر ۲۲

(۱۳) ایضاً ۔صفحہ نمبر ۲۳

(۱۴)۔معارفِ لدنیہ۔حضرت مجدّ دالف ثانی" ۔ادارہ مجدّ دیہ۔کراچی ۔۱۹۶۹ء صفحہ نمبر ۲۳

(۱۵)۔مکتوباتِ امام ربانی۔حضرت مجدّ دالف ثانی" ۔۳۷۰ گارڈن ایسٹ کراچی ۱۳۳۱ھ جلد دوئم۔دفتر سوئم۔مکتوب نمبر ۱۰۰ صفحہ نمبر ۴۷

(۱۶)۔القرآن ۵۰ : ۱۹

(۱۷)۔القرآن ۳۲ : ۹

(۱۸)۔مکتوباتِ امام ربانی۔حضرت مجدّ د الف ثانی " ۔۳۷۰ گارڈن ایسٹ ۔کراچی ۱۳۳۱ھ جلد دوئم۔دفتر سوئم۔مکتوب نمبر ۳۱، صفحہ نمبر ۷۷-۷۶

(۱۹)۔القرآن ۷ : ۵۴

(۲۰)۔القرآن ۲۲ : ۵

(۲۱)۔القرآن ۳۰ : ۵۴

(۲۲)۔مبدأ و معاد۔حضرت مجدّ دالف ثانی" ۔ادارہ مجدّ دیہ۔ناظم آباد۔کراچی ۔۱۹۸۴ء صفحہ نمبر ۳۰

(۲۳)۔ایضاً صفحہ نمبر ۳۱-۳۰

(۲۴)۔عمدۃ السلوک۔مولانا زوار حسین شاہ" ۔ادارہ مجدّ دیہ۔۔کراچی ۔۱۹۸۲ء صفحہ نمبر ۱۶۹-۱۶۸

(۲۵)۔ایضاً صفحہ نمبر ۲۶

(۲۶)۔معارفِ لدنیہ۔ حضرت مجدّ دالف ثانیؒ ۔ادارہ مجدّ دیہ۔ناظم آباد۔کراچی۔۱۳۸۸ھ صفحہ نمبر۵۵-۵۴

(۲۷)۔مکتوباتِ امام ربانی۔حضرت مجدّ دالف ثانیؒ ۔۳۷۰ گارڈن ایسٹ۔کراچی ۱۳۳۱ھ جلد اول۔دفتر دوئم۔مکتوب ۵۸،صفحہ نمبر۲۵،۲۴

(۲۸)۔ہدایت الطالبین۔شاہ ابوسعید فاروقی مجدّ دیؒ۔ادارہ مجدّ دیہ۔ناظم آباد۔کراچی۔۱۳۸۵ھ صفحہ نمبر۳۱

(۲۹)۔معارفِ لدنیہ۔حضرت مجدّ دالف ثانیؒ ۔ادارہ مجدّ دیہ۔ناظم آباد۔کراچی۔۱۳۸۸ھ صفحہ نمبر۵۰،۵۱

(۳۰)۔ایضاً صفحہ نمبر۵۱،۵۰

(۳۱)۔ایضاً صفحہ نمبر۵۱

(۳۲)۔ایضاً صفحہ نمبر۵۴

(۳۳)۔ایضاً صفحہ نمبر۵۴

(۳۴)۔ایضاً صفحہ نمبر۵۲

(۳۵)۔عمدۃ السلوک۔مولانا نازوار حسین شاہؒ۔ادارہ مجددیہ۔کراچی۔۱۹۸۲ء صفحہ نمبر۱۷۴

(۳۶)۔ایضاً صفحہ نمبر۱۷۲

(۳۷)۔مبدأ و معاد۔حضرت مجدّ دالف ثانیؒ ۔ادارہ مجددیہ۔کراچی۔۱۹۸۴ء صفحہ نمبر۷۵

(۳۸)۔مکتوباتِ امام ربانی۔حضرت مجدّ دالف ثانیؒ ۔۳۷۰ گارڈن ایسٹ۔کراچی۔۱۳۳۱ھ جلد دوم دفتر سوم۔مکتوب نمبر۶۴۔صفحہ نمبر ۱۴۳-۱۴۵

(۳۹)۔القرآن ۲۹ : ۵۷

(۴۰)۔القرآن ۲۵ : ۷۰

(۴۱)۔القرآن ۹۱ : ۹،۱۰

(۴۲)۔کشکولِ مجذوب۔خواجہ عزیز الحسن مجذوب۔ادارہ تالیفاتِ اشرفیہ۔۱۴۲۵ھ ص۔۳۰۰

(۴۳)۔القرآن ۱۰ : ۶۲

(۴۴)۔القرآن ۵۰ : ۱۹

(۴۵)۔القرآن ۲ : ۱۳

(۴۶)۔القرآن ۷ : ۳۴

(۴۷)۔القرآن ۱۶: ۳۲

(۴۸)۔القرآن ۵۸ : ۱۹

(۴۹)۔مسند احمد۔مکتبہ دار احیاء التراث العربی۔بیروت ۱۹۹۳ء جلد نمبر۵۔صفحہ نمبر۳۶۴،۶۵

(۵۰)۔ایضاً صفحہ نمبر۳۶۵

(۵۱)۔القرآن ۲ : ۱۵۴

(۵۲)۔القرآن ۹ : ۴۰

(۵۳)۔القرآن ۳۳ : ۹

(۵۴)۔القرآن ۲۳ : ۱۰۰

(۵۵)۔القرآن ۸۳ : ۲۲-۱۸

(۵۶)۔القرآن ۸۳ : ۱۰-۷

(۵۷)۔القرآن ۱۹ : ۹۵

(۵۸)۔القرآن ۳۵ : ۲۶

(۵۹)۔القرآن ۲۸ : ۸۸

(۶۰)۔عمدۃ الفقہ ۔مولانا سید زوار حسین شاہؒ۔ادارہ مجددیہ۔کراچی۔۱۹۸۱ء صفحہ نمبر ۴۴-۴۳

(۶۱)۔القرآن ۱۰۱ : ۱۱-۶

(۶۲)۔عمدۃ الفقہ ۔مولانا سید زوار حسین شاہؒ۔ادارہ مجددیہ۔کراچی۔۱۹۸۱ء صفحہ نمبر ۴۵

(۶۳)۔القرآن ۲ : ۲۵

(۶۴)۔عمدۃ الفقہ ۔مولانا سید زوار حسین شاہؒ۔ادارہ مجددیہ۔کراچی۔۱۹۸۱ء صفحہ نمبر ۵۳،۴۹

(۶۵)۔القرآن ۷۰ : ۴